بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

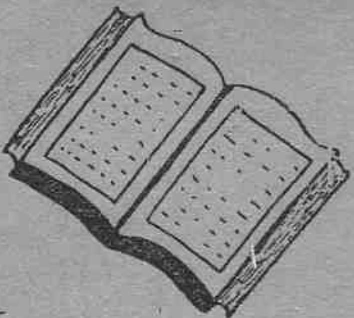

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

ستمبر، اکتوبر 1958

الفرقان

(۱) فضائلِ قرآن مجید بیان کرنے والا (۲) غیر مسلموں یعنی آریوں، عیسائیوں اور بہائیوں کے قرآن مجید پر اعتراضات کا جواب دیکر انہیں دعوتِ اسلام دینے والا۔ (۳) باشندگانِ پاکستان کو عربی زبان سکھانے والا (۴) مستشرقین کے خیالات پر تحقیقی تبصرہ کرنے والا ماہنامہ!

سالانہ عام قیمت
پاکستان و ہند ۵ روپے
دیگر ممالک ۱۰ شلنگ

ایڈیٹر
ابو العطاء جالندھری

امریکی رسالہ LIFE کی واضح معذرت

امریکہ کے مشہور عام رسالہ *LIFE* نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک فرضی تصویر شائع کی تھی جس پر جماعت احمدیہ کراچی کے معزز رکن جناب چوھدری احمد مختار صاحب نے رسالہ کے ایڈیٹر کو ایک خط لکھا جس پر رسالہ ,, لائف ،، نے خط کو شائع کرتے ہوئے کھلے دل سے معذرت کی ھے - اصل خط اور ,, لائف ،، کے معذرتی الفاظ ذیل میں درج ھیں -

Sir,

In your article on the Arab World (''Ferment of Nationalism in an Angry Arab World,'' LIFE International, April 29) I am disturbed by the picture of the First Caliph Abu Bakr. There is no authenticated picture of the first Caliph, and it is a fact that no drawing of him was made during his life-time. We Moslems do not Appreciate imaginary pictures and do not in the least like our religious heads to be shown in representations which are not real.

A. MUKHTAR

Karachi, Pakistan.

:o:

LIFE apologizes for its error in breaking a taboo by unwittingly publishing a portrait of a high riligious personality of Islam which was not reproduced from life.-ED.

(LIFE-International Edition
August 5, 1957)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۹ شمارہ ۹-۱۰ | الفرقان | ستمبر - اکتوبر ۱۹۵۸ء

ضروری اعلان

"عیسائیت نمبر" شائع نہیں ہوگا

رسالہ الفرقان کا نصب العین قرآنی حقائق کا اظہار ہے۔ اور اس مثبت مقصد کے لئے ہمیں کسی مذہب یا کسی مذہب کے پیروؤں پر حملہ کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اسی لئے رسالہ الفرقان کے فائل گواہ ہیں۔ کہ ہم نے کبھی کسی قسم کی دل آزار یا بے حوالہ بات نہیں کی۔ ہم سے عقیدہ یا دلیل میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مگر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ہم نے کبھی اپنے مذکورہ بالا مسلک سے انحراف کیا ہو۔

قرآن مجید نے از روئے دلائل و براہین تمام مذاہب باطلہ کی تردید کی ہے۔ ہم قرآنی حقائق کو بیان کرنے پر مامور ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ کہ دعوت اسلام حکمت اور عمدہ طریق سے ہونی چاہیئے۔ اور منکرین اسلام سے جدال بہترین انداز میں ہونا چاہیئے۔ ان حالات میں "عیسائیت نمبر" کی اشاعت پر کسی مسیحی صاحب کو بجا اعتراض نہیں ہو سکتا تھا لیکن ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمارے ملک کے تبدیل شدہ حالات میں مناسب یہی ہے کہ الفرقان کا عیسائیت نمبر شائع نہ کیا جائے۔ ہاں قرآن مجید کے حقائق کا بیان بدستور جاری رہے گا۔ کیونکہ رسالہ کی اشاعت کی غرض ہی یہی ہے

اس ناگہانی تبدیلی سے قارئین اور خریدار حضرات کو جو صفحات کا نقصان ہوگا، اُسے انشاء اللہ العزیز دسمبر ۵۸ء کے رسالہ کے خاص علمی مقالات سے پورا کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالےٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اسلام کی ترقی کے لئے بہتر سے بہتر سامان پیدا فرمائے آمین۔

خاکسار:- ابوالعطاء جالندھری
۱۵ راکتوبر ۱۹۵۸ء

(ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالہ افتتاحیہ

ماپ اور تول کے بارے میں قرآنی احکام

پاکستانی مسلمانوں کے لئے فوری توجہ کے قابل

اسلام کامل دین ہے اور قرآن مجید جامع شریعت ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کیلئے اسلامی شریعت میں صحیح اور موزوں احکام موجود نہ ہوں۔ زندگی و موت، شادی و غمی، صلح و جنگ، اخلاق و عبادات اور لین دین، الغرض ہر شعبہ عمل کے لئے اسلام میں ایسے جامع اوامر موجود ہیں جن سے بہتر متصور نہیں ہو سکتے۔

اسلام نے باہمی معاملات اور انسانی حقوق کو بہت اہمیت دی ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی پر انتہائی زور دیا ہے۔ اور ایسا ہونا لازمی تھا کیونکہ اسلام تبتل اور رہبانیت کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کے رو سے کامل مومن وہ ہے جو دنیا میں رہتا ہوا اور دنیاوی معاملات کو سرانجام دیتا ہوا اسلامی احکام کی پابندی کرتا ہے اور اعلیٰ اخلاق کا ثبوت دیتا ہے۔ درحقیقت انسان کے اندرونی تقویٰ کے امتحان کا ذریعہ ہی یہی ہے۔ کہ دیکھا جائے کہ وہ اپنے معاملات میں کیسا ہے۔ اس کا برتاؤ بنی نوع انسان کے ساتھ کیسا ہے اور وہ کس طرح پاکیزگی اور خدا ترسی سے دوسروں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ جو شخص اس پہلو سے ناقص ہوتا ہے اس کی ظاہری عبادات اسے کامل

نفع نہیں پہنچا سکتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے خیرکم خیرکم لاھلہٖ کہ تم میں سے نیک اور بہتر انسان وہ ہے جس کا سلوک اپنے اہل و عیال سے زیادہ اچھا ہے۔

قرآن مجید نے جن تمدنی احکام پر خاص طور پر زور دیا ہے اور جنہیں نیکی اور تقویٰ کا مدار قرار دیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ تجارتی معاملات اور لین دین میں پاکیزگی، دیانتداری اور صحیح طریق اختیار کیا جائے۔ ناجائز نفع اندوزی، ماپ اور تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، غلط بیانی اور دھوکہ بازی کو قرآن مجید نے نہ صرف حرام قرار دیا ہے بلکہ ان امور کو تجارت کیلئے تباہ کن قرار دیا ہے اور بنی نوع انسان پر انتہائی ظلم ٹھہرایا ہے۔

ہمارے ملک کے تمدنی، تجارتی اور سیاسی حالات کا تقاضا ہے کہ اس ملک کے باشندے جن کی بہت بڑی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کے ان احکام پر پوری توجہ دیں اور ان پر پورا پورا عمل کریں تا انہیں دین و دنیا میں سربلندی حاصل ہو اور وہ اپنے لئے اور دین اسلام کے لئے نیک نامی کا موجب ہوں۔ تجارتی امور میں پاکیزگی اور دیانتداری کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ قرآن مجید کے بیان کے

مطابق اللہ تعالیٰ نے توحید کے قیام کے علاوہ اس ایک اصلاح کے لئے ایک عظیم الشان نبی حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

(۱) وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (الاعراف ۸۵)

ترجمہ:۔ ہم نے مدین قوم کی طرف ان میں سے ہی شعیبؑ کو رسول بنایا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں۔ تمہارے رب کی طرف سے تم پر بینات واضح ہو چکے ہیں۔ تم ماپ اور تول کو پورا پورا ماپو اور تولو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم مت دو۔ اس طرح تم ملک میں اصلاح کے بعد فساد پھیلانے کا موجب مت بنو۔ اگر تم مومن ہو تو یہ طریق تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔

(۲) وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ ۝ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝ (ہود: ۸۴-۸۶)

ترجمہ:۔ ہم نے اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے نیز تم لوگوں کو ماپ کر یا تول کر دیتے وقت کم نہ دیا کرو۔ میرے خیال میں تمہاری مالی حالت اچھی ہے اور تمہارے اس بُرے رویہ کے نتیجہ میں مجھے تباہ کن عذاب کے دن کا خطرہ ہے۔ اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ماپ اور تول پورا پورا دو اور لوگوں کی چیزوں میں انہیں کم نہ دو۔ اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ اگر تم مومن ہو تو خدا تعالیٰ کا دیا ہوا نفع تمہارے لئے بہتر ہے۔ البتہ میں تم پر داروغہ نہیں ہوں۔"

(۳) أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۝ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ (الشعراء ۱۸۱-۱۸۴)

ترجمہ:۔ حضرت شعیبؑ نے کہا کہ لوگو ماپ پورا دو اور دوسروں کو کم مت دو۔ ٹھیک اور درست ترازو سے وزن کیا کرو۔ لوگوں کی چیزوں میں انہیں کمی نہ کرو اور اس طرح ملک میں فساد برپا کرتے مت پھرو۔ اس خدا کا خوف کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے ایسا ہی اپنے باپ دادوں کا بھی لحاظ کرو۔"

ان آیات سے ظاہر ہے کہ مدین قوم کی ماپ تول کی کمی کی خرابی کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ انہوں نے اپنی قوم کو برملا بتا دیا کہ یہ طریق ہلاکت اور بربادی کا طریق ہے اس سے ملک و قوم میں فساد برپا ہوگا اور انجام کار تم سب خدا کے عذاب کا نشانہ بنو گے۔ قرآن مجید میں یہ ذکر محض تاریخی واقعہ کے طور پر بیان نہیں ہوا۔ قرآن مجید تاریخ کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ سارا بیان مسلمانوں کے لئے عبرت اور موعظت ہے اور اس میں انہیں سبق دیا گیا ہے کہ

تجارتی بددیانتی قوموں کو برباد کر دیتی ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ ماپ اور تول میں دھوکہ بھی مہلک ہے اور ایسی گراں فروشی بھی حرام ہے جس سے خریداروں کو ان کا صحیح حق نہ ملتا ہو۔ آیت وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ میں اسی کی تصریح ہے۔

اب ہم ذیل میں قرآن مجید کی دس آیات مع ترجمہ درج کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے واشگاف طور پر مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ تجارتی بددیانتی سے بکلی اجتناب کریں۔ اور تجارت کے معاملات میں کامل دیانت و امانت کو اپنا شعار بنائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۳۵)

ترجمہ:۔ جب ماپ کرو تو ٹھیک ماپ کرو اور جب وزن کرو تو ٹھیک ترازو سے وزن کرو۔ یہ طریق مفید ہے اور بلحاظ انجام بھی بہتر ہے۔"

(۲) وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (تطفیف: ۱-۶)

ترجمہ:۔ ان خسارہ دہندگان کے لئے ہلاکت اور تباہی ہوگی جو لوگوں سے لیتے وقت تو پورا ماپتے اور تولتے ہیں لیکن جب لوگوں کو دیتے ہیں تو ماپ اور تول میں انہیں کم کر دیتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو اس عظیم دن میں اٹھائے جانے کا خیال نہیں جب سب لوگ خدائے رب العالمین کے سامنے پیش ہوں گے۔"

نوٹ۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ "مطففین" میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو اپنا حق تو پورا لے لیتے ہیں مگر دوسرے کا حق پورا ادا نہیں کرتے۔ ملازمین جو تنخواہ تو پورے وقت کی لیتے ہیں مگر کام پورا نہیں کرتے وہ بھی مطففین کی ذیل میں آتے ہیں۔ ایسا ہی دوسرے کارکن لوگ بھی جو مزدوری کے مطابق کام نہیں کرتے اسی زمرہ میں شامل ہیں۔

(۳) وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الانعام: ۱۵۲)

ترجمہ: یتیم کے بالغ ہونے تک اس کے مال کی بہترین نگرانی کرو۔ ماپ اور تول کو انصاف سے درست رکھو۔ ہم نے ہر شخص کو اس کے مقدور کے موافق مکلف کیا ہے۔ جب تم بات کرو (خواہ اس کا تعلق کسی رشتہ دار سے ہی ہو) تو ہمیشہ عدل و انصاف کو مد نظر رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تاکیدی احکام اس لئے دیئے ہیں تا تم نصیحت حاصل کرو۔

(۴) وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝

(الرحمٰن: ۷-۹)

ترجمہ:۔ اللہ نے آسمانوں کو بلند کیا اور ہر چیز کا توازن

مقرر فرما دیا۔ تا تم وزن کرنے میں زیادتی نہ کرو۔ وزن کو انصاف سے قائم کرو اور ترازو میں کسی طرح کی کمی نہ کرو۔"

(۵) اَلَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ الرِّبٰو لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰو وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرہ ۲۷۵)

ترجمہ :۔ جو لوگ سُود کھاتے ہیں ان کا عروج یا حشر اسی طرح کا ہوگا جس طرح مخبوط الحواس دیوانہ کا ہو۔ کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ تجارت اور سود خوری یکساں ہے۔ حالانکہ خداوند تعالےٰ نے خرید و فروخت کو حلال ٹھہرایا ہے اور سُود کو حرام قرار دیا ہے۔ جو اپنے رب کے حکم کے پہنچنے کے بعد باز آجائیں ان پر ماضی کے لئے کوئی گرفت نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ہاں آئندہ سود خوری کا ارتکاب کرنے والے لمبے عرصہ تک جہنم میں ٹھہرنے والے ہوں گے۔

(۶) وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ○ (توبہ: ۳۴-۳۵)

ترجمہ۔ جو سونے اور چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور انہیں راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر دیدو۔ جس دن دوزخ کی آگ میں یہ خزانے اور ذخیرے تپا کر انکے ماتھوں، انکے پہلوؤں اور پیٹھوں پر داغ دیا جائیگا اور انہیں کہا جائیگا کہ تم نے اپنے لئے یہی سرمایہ جمع کیا تھا اب اسے چکھو۔

(۷) اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْکِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا ○ (النساء: ۵۳)

ترجمہ :۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب انکو اقتدار ملیگا تو دوسرے لوگوں کو کھجور کی گٹھلی تک دینے کے روادار نہ ہوں گے۔

(۸) کَلَّا بَلْ لَّا تُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ○ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ○ وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا ○ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (الفجر: ۱۷-۲۰)

ترجمہ :۔ خبردار! تم لوگ یتیم کی عزت نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے بلکہ سارا سرمایہ سمیٹ کر نگل جانا چاہتے ہو اور مال سے انتہائی محبت کرتے ہو۔

(۹) اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ (البقرہ: ۲۶۸)

ترجمہ :۔ شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا ہے اور بیحیائی کے ساتھ دوسروں کی حق تلفی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہاں سے مغفرت دینے کا وعدہ فرماتا ہے اور اپنے فضل سے نوازنے کی خبر دیتا ہے۔ اللہ بڑی وسعتوں والا اور علیم ہے۔

(۱۰) وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۸۸)

ترجمہ :۔ خود بھی باہم ناجائز ذرائع سے مال نہ کھاؤ اور نہ ہی حکام کو رشوت دو تا اس طرح سراسر حرام کے طور پر لوگوں کے اموال کا ایک حصہ حاصل کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔"

ان اور ایسی ہی دیگر قرآنی آیات میں معاملات کی جس اعلیٰ تر دیانتداری کی تلقین کی گئی ہے ان پر سب مسلمانوں کو عمل کرنا چاہیئے تا وہ خدا کے ہاں بھی عزت پائیں اور اپنی قوم اور اپنے ملک کے لئے

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد

(از جناب خواجہ عبدالمنان صاحب ناہید)

آگیا تو مہدویت کی ردائے زر میں   چشمِ ملت میں نگاہِ اعتبار آتی نہیں
مہدیٔ خونی کا دیرینہ تصور کیا ہوا   تیرے پہلو سے صدائے کارزار آتی نہیں
ڈھونڈتی ہے آنکھ تیری تیغِ خوں آشام کو   کان میں ھل من مبارز کی پکار آتی نہیں

تیرے آنے پر چمن والے پریشاں کیوں ہوئے
اس چمن میں کیا کبھی صبحِ بہار آتی نہیں

چشمِ مسلم[1] دیکھ لے تفسیرِ حرفِ "ینسلون"   آنکھ کیا جو وقت آنے پر پکار آتی نہیں
کھل گئے یاجوج[1] اور ماجوج کے لشکر تمام"   گردِ رہوارِ امام کا مگار آتی نہیں
آنے والے! دیکھنے والوں نے دیکھا ہے تجھے   دامِ غفلت میں نگاہِ انتظار آتی نہیں
یا ترے آنے سے آیا موسمِ کسرِ صلیب   یا کلیسا کو ہوا یہ سازگار آتی نہیں
مختصر سایہ تہی ساماں گروہِ عاشقاں   غالب ان پر یورشِ لیل و نہار آتی نہیں

اہلِ دل کو کاش یہ ناہید سمجھا دے کوئی
یہ گھڑی آئی ہے لیکن بار بار آتی نہیں

---

[1] اقبال

سورۂ جمعہ کا پیام
دورِ حاضر کے مسلم کے نام

(نتیجۂ فکر جناب مولوی ظفر محمد صاحب ظفر مولوی فاضل)

(۱)

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا

مسلمانو! سنو! اِک سورۂ جمعہ میں پیام آیا
پیام آیا ہے اور ہے آج کے مُسلم کے نام آیا
حبیبِ خالقِ اکبر کھڑے اٹھے جبکہ منبر پہ
تو کوئی قافلہ لے کر وہاں اشیائے خام آیا
مسلماں چھوڑ کر حضرتؐ کو سوئے قافلہ دوڑے
وہ خوش خوش تھے کہ سامانِ تجارت آج عام آیا
نگاہِ حق تعالےٰ میں یہ حرکت نامناسب تھی
برنگِ سورۂ جمعہ خدا سے تب پیام آیا
رسول اللہ اکیلے ہوں مسلمانوں کے میلے ہوں
تجارت کے جھمیلے ہوں شریعت میں حرام آیا
مسلمانو! نہ سمجھو تم اسے اِک قصّۂ ماضی
تمہارے واسطے ہے درحقیقت یہ پیام آیا
رسول اللہ کو تم نے اکیلا آج چھوڑا ہے
نظر دجّال کا جب کاروانِ خوش خرام آیا
ہمارا الفِ ششم مثلِ جمعہ یوم ششم ہے
سو اس سورت میں ہے اِس دَور کا نقشِ تمام آیا
یہ گویا پیشگوئی تھی کہ مسلم الفِ ششم میں
سراسر منتشر ہوں گے جب ان میں سے امام آیا

رسول اللہؐ اکیلے ہیں مسلمانوں کے میلے ہیں
تجارت کے جھمیلے ہیں عجب نازک مقام آیا

(۲)

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

مسلمانو! مسلمانو! ارے بکھرے ہوئے دانو!
تمہیں تسبیح وحدت میں پرونے کو امام آیا
دھر اکیا ہے تجارت میں۔ اِدھر آؤ جماعت میں
لباس احمدیت میں۔ محمدؐ کا غلام آیا
مہ ہندی خور مدنی کا مظہر بن کے تاباں ہے
خوشا قسمت! کہ وہ محبوب پھر بالائے بام آیا
مبارک ہو غلام ساقیٔ میخانۂ یثرب
اسی میخانے کی مے سے لئے جام تمام آیا
سلام اے حضرت احمدؑ! سلام اے ہدیٔ دوراں
کہ تیرے واسطے سرکار یثرب سے سلام آیا
تری حجت کے آگے سرنگوں جادوبیاں کافر
عصائے موسوی بن کر ترا علم الکلام آیا
ہمارے یوسف دوراں ترے دشمن ہوئے اخواں
درندہ بھیڑیا بن کر مقابل، خاص و عام آیا

خریدارانِ یوسف میں ظفر بھی آ تو پہنچا ہے
مگر افسوس بیچارہ ہے بے دینار و دام آیا

آلِ عمران

قرآن مجید نے انجیل کی غلطی کی اصلاح کی

(از جناب شیخ عبد القادر صاحب لائل پوری)

[ذیل کا نہایت قیمتی اور تحقیقی مقالہ ہمارے محقق دوست جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری نے رقم فرمایا ہے۔ اس سے قرآن مجید کی فضیلت کا ایک نہایت نمایاں پہلو ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون جہاں انجیل کے محرف ہونے پر ایک اور قطعی اور تاریخی شہادت ہے وہاں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید ہی ایک زندہ اور کامل کتاب ہے ——————— (ایڈیٹر)]

اہل کتاب کے لئے روشنی کا مینار

قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ کتاب خدائے علیم و خبیر کی طرف سے اہل کتاب کے اختلافات کے لئے حَکَم بن کر آئی ہے۔ فرمایا:-

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى
بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ
هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ وَاِنَّهٗ
لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○
اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ
بِحُكْمِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ○
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّكَ عَلَى
الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ○

(سورۃ نمل آیت ۷۷ تا ۸۰)

ترجمہ:- یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور یہ کتاب یقیناً مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔ تیرا رب اُن کے درمیان اپنے (قرآنی) حکم کیساتھ (سچا) فیصلہ کرتا ہے اور وہ غالب اور بہت بڑے علم والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ پر توکل کر تو یقیناً ایک مدلل حق پر قائم ہے۔"

دوسری جگہ فرمایا:-

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّ
رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

(النحل : ۶۵)

ترجمہ:- اور ہم نے تجھ پر اِس کتاب کو اِسی لئے

اتارا ہے کہ جس بات کے متعلق انہوں نے (باہم) اختلاف (پیدا) کرلیا ہے اس کی اصل حقیقت کو (وہ کتاب) ان پر روشن کرے اور (نیز) جو (اس پر) ایمان لائیں ان کے لئے یہ (کتاب) ہدایت اور رحمت (کا موجب) ہو۔"

سورۂ مریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت اور ماموریت کے بیان کے بعد فرمایا:-

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝

(آیت ۳۵)

ترجمہ:- یہ ہے صحیح واقعہ عیسیٰ بن مریم کا، حق وحقیقت پر مبنی بات جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں۔

مذکورہ آیات کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید نے جہاں بنیادی امور میں عیسائیت سے اختلاف کیا اور صحیح عقائد کی طرف دنیا کی رہنمائی کی وہاں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی زندگی کے سچے حالات اور حقیقی خدوخال کو نمایاں کرکے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ رسالہ الفرقان کی مختلف اشاعتوں میں اس قسم کی کئی ایک مثالیں پیش ہو چکی ہیں۔ ایک مثال آج کے مضمون میں پیش خدمت ہے

حضرت مسیح ناصری آل عمران تھے نہ کہ ابن داؤد

نصاریٰ کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نسل داؤد سے تعلق رکھتے ہیں (رومیوں ۱/۳) متی اور لوقا کی اناجیل کے نسب نامے اس دعویٰ کی تائید میں پیش کئے جاتے ہیں لیکن قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابن مریم تھے اور مریمؑ آلِ عمران سے تعلق رکھتی تھیں۔

عمران لاوی بن اسرائیل کی نسل سے تھے اور حضرت داؤد یہودا بن اسرائیل کی اولاد سے تعلق رکھتے تھے (تواریخ اوّل ۱/۲ و ۱/۶) ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں آلِ عمران اور آلِ داؤد دو الگ الگ سلسلے اسرائیل کے دو بیٹوں کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔

خاندان عمران اور قرآن مجید

قرآن مجید کی رو سے حضرت مریمؑ اور انکی والدہ خاندان عمران سے تھیں۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام چونکہ بن باپ پیدا ہوئے اور ابن مریم کے خطاب سے یاد کئے گئے اسلئے آپ کا خاندان بھی وہی تھا جو کہ آپ کی والدہ کا تھا۔ سورہ آل عمران میں پہلے خاندان عمران کے اصطفاء کا ذکر ہے:-

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آیت: ۳۴)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمران کو چن لیا"

اس کے بعد حضرت مریمؑ کی والدہ کا ذکر ہے۔ اور انہیں "اِمْرَاَةُ عِمْرٰنَ" کہا گیا (آیت: ۳۶) یعنی خاندانِ عمران کی ایک عورت۔ اب حضرت مریمؑ، حضرت یحییٰؑ اور حضرت مسیح ناصریؑ کی پیدائش کا ذکر آتا ہے۔ اس ترتیب سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک یہ سب افراد آلِ عمران سے تعلق رکھتے تھے۔ اسکا مزید ثبوت یہ ہے کہ سورۃ تحریم کے آخر میں حضرت مریمؑ کو واضح طور پر "ابنت عمران" کہا گیا ہے (آیت ۱۲) یعنی آل عمران کی ایک لڑکی۔ اور سورۃ مریم میں حضرت مریمؑ کے لئے یہودیوں کے خطاب "اُخْتَ هٰرُوْنَ" (آیت: ۲۹) کا ذکر ہے۔ حضرت ہارونؑ عمران کے بیٹے

تھے۔ گویا یہود بھی بخوبی جانتے تھے کہ حضرت مریمؑ خاندانِ عمران سے ہیں۔

خاندانِ عمران اور تورات و انجیل

بموجب تورات عمرام (یعنی عمران) حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ اور ان کی بہن مریم کے والد کا نام ہے (گنتی ۲۶/۵۹) عمران لاوی بن اسرائیل کے پوتے تھے اور خاندان عمرام کے بانی (گنتی ۳/ ۱۷ تا ۱۹ و ۲۷ خروج ۶/ ۱۰ تا ۲۰)

بنی اسرائیل میں خاندان کہانت کا تعلق حضرت ہارونؑ کی نسل سے تھا (تواریخ اول ۶/۴۹) جو کہ آل عمران کے چشم و چراغ تھے۔ چونکہ کاہن اسی خاندان سے چنے جاتے اسلئے یہ خاندان بنی اسرائیل میں سب سے بڑی عزت و فضیلت کا نشان سمجھا جاتا۔ اسی خاندان سے شروع میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ جیسے نبی ظاہر ہوئے۔ ان کی بہن مریم بھی ملہمہ تھیں جس کے باعث تورات میں ان کو نبیہ کہا گیا (گنتی ۱۲/۵۹) پھر حضرت ہارونؑ کی نسل میں کاہنوں کا سلسلہ شروع ہوگیا جو کہ دین و شریعت کے محافظ اور کل قوم کے امام تھے۔ بائیبل میں لکھا ہے کہ عمرام کی اولاد ہارون اور موسیٰ اور مریم اور بنی ہارون ہیں۔ (تواریخ نمبر ا ۳/۶) آخری زمانہ میں حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ مبعوث ہوئے۔ انجیل لوقا میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت زکریاؑ مشہور و معروف کاہن ابیاہ کی نسل میں سے تھے (۱/۵) تورات میں لکھا ہے کہ ابیاہ ابنائے ہارون میں سے تھے یعنی آل عمران سے تعلق رکھتے تھے (تواریخ اول ۲۴/ ۱ و ۱۰) ابتدائی عیسائی فرقہ جو کہ ابیونی کہلاتا تھا ان کی الگ انجیل تھی جس کا نام ابیونیوں کی انجیل ہے اس میں لکھا ہے کہ حضرت یحییٰؑ ہارونؑ کی نسل سے تھے (اپاکرفل نیو ٹسٹامنٹ از ایم۔ آر۔ جیمیں صفحہ ۴) حضرت یحییٰؑ کی والدہ یعنی حضرت زکریاؑ کی بیوی الیشبع یا الیصبات[1] بھی اسی خاندان یعنی حضرت ہارونؑ کی نسل سے تھیں (لوقا ۱/۵)

حضرت مریمؑ کی والدہ کا نام موجودہ انجیل میں نہیں آیا لیکن عیسائی لٹریچر میں حنا آیا ہے۔[2] حنا بھی اسی نسل سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ انجیل میں الیصبات اور حضرت مریم کو قریبی رشتہ دار بتایا گیا ہے (لوقا ۱/۳۶) حنا اور الیصبات رشتہ میں بہنیں تھیں۔

حضرت مسیح ناصری چونکہ قدرت مجردہ سے بغیر باپ کے تعلق کے حضرت مریمؑ کے بطن سے پیدا ہوئے اس لئے بموجب قرآن آپ بھی آل عمران ہی سے تھے۔ دوسرے لفظوں میں وہ خاندان جو کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام جیسے عظیم الشان نبیوں سے شروع ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آکر اس کا روحانی سلسلہ ختم ہوگیا۔ اس پس منظر کو سامنے رکھئے اور غور کیجئے کہ قرآن مجید نے آل عمران کے اصطفاء اور فضیلت کا ذکر یونہی نہیں کیا بلکہ اس کے پیچھے ایک لمبے روحانی سلسلہ کی تاریخ ہے۔

آلِ عمران کا اصطفاء

سورۃ آل عمران میں عمرانی خاندان کی فضیلت کے ذکر کے بعد اس خاندان کے ان افراد کا ذکر کیا گیا جو کہ اسکے آخری حصہ سے تعلق رکھتے تھے۔

(۱) حضرت زکریاؑ (۲) حضرت یحییٰؑ (۳) والدہ مریمؑ (۴) حضرت مریم (۵) حضرت عیسیٰؑ خاندان عمران کے ہی برگ و بار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا ذکر سورۃ آل عمران

---

[1] حضرت ہارون علیہ السلام کی بیوی کا نام بھی الیسبع تھا (خروج ۶/۲۳) انہی کے نام پر حضرت زکریاؑ کی بیوی کا نام رکھا گیا۔

[2] اپاکرفل نیو ٹسٹامنٹ از ایم آر جیمیں صفحہ ۴۲

میں یکجائی طور پر اس خاندان کی فضیلت کے ذکر کے بعد کیا گیا۔ بخاری شریف کی ایک روایت سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کا تھا۔ اسرائیلی حدیث میں حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق لکھا ہے وھما ابنا خالۃ کہ یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں[1]۔

مسلمانوں کے علماء سیر و تاریخ کہتے ہیں کہ حضرت زکریاؑ حضرت مریمؑ کے کفیل اسلئے بھی بنائے گئے کہ زکریاؑ کی بیوی الیصبات اور والدہ حضرت مریمؑ حنا دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔ اور خالہ بمنزلہ والدہ کے ہوتی ہے (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۴۲)

مندرجہ بالا قرآن و حدیث کے شواہد سے یہ امر بہت واضح ہے کہ مریمؑ اور ابن مریمؑ آل عمران سے تعلق رکھتے تھے وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان سے نہیں تھے۔ کیونکہ بروئے تورات یہ دونو الگ الگ خاندان ہیں۔ بروئے قرآن بھی یہ دونو الگ الگ خاندان تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں جہاں حضرت سلیمانؑ کو آل داؤد کہا گیا وہاں حضرت مریمؑ اور ان کی والدہ کو آل عمران میں سے بتایا گیا۔

قرآن مجید کا دعویٰ تاریخ کی روشنی میں

اب اناجیل اور عیسائی لٹریچر کے حوالوں سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کا دعویٰ ایک تاریخی حقیقت ہے اور عیسائیوں کا دعویٰ کہ حضرت مسیح ناصریؑ ابن داؤد ہیں محض کوتہ فہمی پر مبنی ہے۔

کیا مسیح کا دعویٰ ابن داؤد ہونیکا تھا؟

(۱) سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کا دعویٰ ابن داؤد ہونیکا ہے یا نہیں؟

[1] حضرت یحییٰؑ دراصل حضرت مریمؑ کی خالہ کے لڑکے تھے۔ والدہ کی خالہ کو اولاد بھی خالہ کہا کرتی ہے اسلئے مجازاً متعارف ہے کہ اصول پر حدیث اسرائیل میں حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو خالہ زاد بھائی کہا گیا ہے۔

اناجیل اربعہ کا کوئی ایک حوالہ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے خود کو ابن داؤد کہا ہو بلکہ اس کے برعکس اناجیل میں آپ کا واضح انکار موجود ہے کہ میں ابن داؤد نہیں ہوں۔

انجیل مرقس میں لکھا ہے کہ ایک اندھے نے یسوع مسیح کو ابن داؤد کے لقب سے پکارا اور اپنی بینائی کی واپسی کے لئے التجا کی (۱۰/۴۷) حضرت مسیح ناصری خوب سمجھتے تھے کہ یہودیوں کے لئے آنے والے مسیح کے لئے داؤد کی نسل سے ہونا امر لازم ہے اسلئے آپ نے اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ آگے چل کر انجیل مرقس میں لکھا ہے:۔

"پھر یسوع نے ہیکل میں تعلیم دیتے وقت یہ کہا
کہ فقیہہ کیونکر کہتے ہیں کہ مسیح داؤد کا بیٹا
ہے؟ ..... داؤد تو خود مسیح کو خداوند کہتا
ہے پھر مسیح اس کا بیٹا کہاں سے ٹھہرا؟"
(مرقس ۱۲/۳۵ تا ۳۷)

یہ واقعہ متی اور لوقا میں بھی بیان ہوا ہے لکھا ہے:۔

"یسوع نے کہا جب داؤد مسیح کو خداوند
کہتا ہے تو وہ اس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا؟"
(متی ۲۲/۴۱ تا ۴۶ لوقا ۲۰/۴۱ تا ۴۴)

یہ حوالے روز روشن کی طرح بتاتے ہیں کہ حضرت مسیح یہودیوں کے اس خیال کی تردید فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کے لئے لازمی ہے کہ وہ داؤد کی نسل میں سے ہو اور ابن داؤد کہلائے۔ آپ نے دلیل یہ دی ہے کہ جب داؤد نے آنیوالے مسیح کو اپنا بیٹا نہیں کہا بلکہ اپنا آقا اور خداوند کہا ہے تو پھر مسیح ابن داؤد کیسے ہو سکتا ہے۔ مرقس کے اس مقام کی شرح میں بیکر تفسیر الانجیل میں "کیا مسیح ابن داؤد ہے" کے عنوان کے نیچے لکھا ہے:۔

"اب یسوع اپنے سامعین سے ایک
سوال پوچھتے ہیں اس سوال کی غرض و
غایت کیا ہے۔ اس کی تعیین تو آسان بات

ہیں لیکن بظاہر یسوع یہ سمجھتے تھے کہ مسیح موعود کی صداقت کے لئے داؤد کی نسل سے ہونا کوئی لازمی امر نہیں کیونکہ یسوع کے نزدیک آنیوالے مسیح کا مقام نسلِ داؤد کی بڑائی سے بہت بالا تھا۔ مرقس کے اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو یسوع یہ سمجھتے تھے کہ وہ داؤد کے خاندان میں سے نہیں یا وہ اس تعلق کو بہت کم اہمیت دیتے تھے۔" (ص ۱۹۶)

اسی طرح "کن سائز تفسیر بائیبل میں مرقس ۱۲ : ۳۵ کے نیچے لکھا ہے۔

"اس سے ظاہر ہے کہ یسوع نے ابن داؤد کا لقب اختیار نہیں کیا بلکہ اُسے رد کیا۔ یا پھر یہ صورت ہو سکتی ہے کہ یسوع نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان کو داؤد کی نسل میں سے ایک بادشاہ ثابت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ یسوع کا استدلال یہ ہے کہ اگر مسیح موعود داؤد کا بیٹا ہے تو داؤد نے آنے والے مسیح کو اپنا آقا اور خداوند کیوں کہا ہے .... یہ امر بھی نہایت قابلِ توجہ ہے کہ مرقس ۱۱ : ۱۰ کی رُو سے مسیح کے عقیدت مند لوگ آپ کی آمد کو "ہمارے باپ داؤد کی بادشاہت کا ظہور" قرار دیتے ہیں لیکن یہ نہیں کہتے کہ یسوع ابن داؤد ہے۔"[ل]

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ شارحینِ بائیبل بھی مرقس کے اس مقام کی شرح میں بالکل بے بس ہیں۔ انہیں خواہی نخواہی یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ مسیح نے ابن داؤد ہونیکا دعویٰ نہیں کیا۔

اہلِ وطن بھی حضرت مسیح کو ابن داؤد نہ سمجھتے تھے۔

(۲) نہ صرف یہ کہ حضرت مسیح نے ابن داؤد ہونیکا دعویٰ نہیں کیا بلکہ واقعہ کا رِ یہود بھی آپ کو نسلِ داؤد میں سے نہ سمجھتے تھے۔ انجیل یوحنا کے ایک حوالہ سے ظاہر ہے کہ چونکہ مسیح گلیل کے گاؤں ناصرہ سے ظاہر ہوئے۔ اور آپ نسلاً آلِ داؤد نہ تھے اسلئے لوگ معترض ہوئے کہ یہ مسیح کیسے ہو سکتے ہیں۔ الفاظ یہ ہیں:-

"پس بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سُنکر کہا کہ بیشک یہی وہ نبی ہے۔ اَوروں نے کہا یہ مسیح ہے اور بعض نے کہا کیوں؟ کیا مسیح گلیل سے آئیگا؟ کیا کتاب مقدس میں یہ نہیں آیا کہ مسیح داؤد کی نسل اور بیت لحم کے گاؤں سے آئے گا جہاں کا داؤد تھا؟"

(یوحنا ۷ : ۴۰ تا ۴۲)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ یہود کے نزدیک مسیح موعود کیلئے لازمی تھا کہ وہ داؤد کی نسل ہو اور بیت لحم کے گاؤں سے ظاہر ہو مسیح چونکہ لوگوں کے نزدیک گلیل کے گاؤں ناصرہ سے ظاہر ہوئے اور آپ داؤد کی نسل نہ تھے اسلئے لوگ معترض تھے کہ یہ مسیح کیسے ہو سکتے ہیں۔ متی میں ایک جگہ لکھا ہے کہ مسیح کے عقیدت مندوں نے جب آپ کا جلوس نکالا تو ابن داؤد کے خطاب سے آپ کو پکارا گیا (۲۱ : ۹) لیکن مرقس میں جو کہ قدیم ترین انجیل ہے اس واقعہ کے بیان میں ابن داؤد کا خطاب موجود نہیں (۱۱ : ۹) ظاہر ہے کہ یہ بعد کی اختراع ہے۔

نسب ناموں کی حقیقت

(۳) نصاریٰ کے پاس یسوع مسیح کے ابن داؤد ہونیکا واحد ثبوت متی اور لوقا کی اناجیل میں مندرجہ نسب نامے ہیں۔ ان نسب ناموں سے بھی مسیح ابن داؤد ثابت نہیں

[ل] *Concise Bible Commentary By The Reverend W. K. Lowther Clarke P. 195*

ہوتے۔ کیونکہ ان میں مسیح کو یوسف نجار کیطرف سے ابن داؤد ثابت کیا گیا ہے یعنی چونکہ مسیح یوسف نجار کے بیٹے ہیں اور یوسف نجار داؤد کی نسل سے تھے اسلئے مسیح ابن داؤد ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ دلیل بالکل کچی اور بودی ہے کیونکہ یہ دونوں انجیل نویس مسیح کی بن باپ پیدائش پر بہت زور دیتے ہیں جب مسیح یوسف نجار کی ذریت و نسل ہی نہیں ہیں تو پھر وہ یوسف نجار کی طرف سے ابن داؤد کیسے ہوگئے۔ ایک طرف تو آپ کو یوسف نجار کا بیٹا ہونیکی وجہ سے ابن داؤد کہا گیا اور دوسری طرف یہ ثابت کیا گیا کہ آپ کنواری کے بیٹے ہیں۔ یہ اختلاف ایسا ہے کہ علماءِ بائیبل بھی سخت پریشان نظر آتے ہیں (۱) آکسفورڈ جونیئر انسائیکلو پیڈیا میں "یسوع مسیح" پر جو مقالہ دیا گیا ہے اس میں لکھا ہے:-

"نئے عہد نامہ میں مسیح کے متعلق دو مختلف بیانات ملتے ہیں۔ ایک طرف اسے یوسف اور مریم کا لڑکا کہا گیا اور باپ کی جانب سے داؤد کے شاہی خاندان سے بتایا گیا دوسری طرف یہ دعویٰ کیا گیا کہ اس کا باپ نہ تھا وہ کنواری کے بطن سے پیدا ہوا۔"

(۲) پیکس شرح بائیبل میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ چونکہ یہود کے ایک بڑے طبقہ میں یہ عقیدہ بہت پختہ تھا کہ مسیح کیلئے ابن داؤد ہونا لازمی ہے اور یسوع مسیح کو وہ داؤد کی نسل سے سمجھنے کیلئے تیار نہ تھے اسلئے یہود کے اس اعتراض کے جواب میں انجیل میں مسیح کے ایسے نسبنامے درج کئے گئے جو کہ کم از کم یوسف نجار کی جانب سے مسیح کو ابن داؤد ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"شاید یہ تمام کا تمام نسبنامہ اسلئے مرتب کیا گیا کہ یہودیوں کے اس اعتراض کا جواب دیا جائے کہ یسوع مسیح نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ داؤد کی نسل نہیں ہے۔" (صلا)

ظاہر ہے کہ نسبناموں کا واحد سہارا ابھی ٹوٹ جاتا ہے جب مسیح یوسف نجار کی اولاد نہیں ہیں تو وہ داؤد کے بیٹے کیسے ہوسکتے ہیں

(۳) بشپ ایپی فے نیس چوتھی صدی عیسوی میں لکھتے ہیں۔ کہ ابتدائی عیسائی موحدین جو کہ یہودی نسل سے تعلق رکھتے تھے اور "ابیونی" یعنی غریب الطبع کہلاتے تھے متی اور لوقا کے نسبناموں کی صحت کے منکر تھے انہوں نے مکمل طور پر انہیں رد کر دیا تھا۔[1] وہ موجودہ انجیل متی کو محرّف و مبدّل انجیل سمجھتے تھے اور دعویٰ رکھتے تھے کہ متی کی عبرانی انجیل ہمارے پاس موجود ہے۔

(۴) علماء بائیبل نے نسبناموں کے باہمی اختلافات پر جو تنقید کی ہے اور جو تاریخی غلطیاں نکالی ہیں ان سے بھی ظاہر ہے کہ یہ نسبنامے کوئی تاریخی درجہ نہیں رکھتے۔

انجیل میں مختلف روایات

(۴) عیسائی ناقدین اب تسلیم کرتے ہیں کہ اناجیل اربعہ میں دو مختلف روایات پائی جاتی ہیں۔ ایک روایت کی رُو سے یسوع مسیح ابن داؤد ہیں اور بیت لحم میں پیدا ہوئے۔ دوسری روایت کی رُو سے جو کہ قدیم ترین ہے آپ نسل داؤد سے تعلق نہیں رکھتے اور نہ آپ کا وطن بیت لحم تھا بلکہ آپ گلیل کے گاؤں ناصرہ میں پیدا ہوئے۔ ان محققین کے نزدیک پہلی روایت کہ یسوع مسیح ابن داؤد ہیں اور آپ کا مقام پیدائش بیت لحم ہے اسلئے پیدا ہوئی کہ صحف سابقہ کی بعض پیشگوئیوں کی رُو سے یہود میں یہ عام خیال تھا کہ آنے والا موعود داؤد کے شاہی خاندان سے برپا ہوگا۔ اور داؤد کے گاؤں بیت لحم سے مبعوث ہوگا۔ یہود کی ان تمناؤں کو پورا کرنے کے شوق میں اس قسم کی روایات داخل انجیل کر دی گئیں کہ یسوع مسیح کی جائے پیدائش بھی بیت لحم ہے اور آپ داؤد کے خاندان سے ہیں۔

"انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن" میں یسوع مسیح پر جو مقالہ دیا گیا ہے اس میں لکھا ہے:-

"قدیم ترین روایت یسوع کو ناصرہ کا رہنے والا

---

[1] Epiphanius: Haer: 30:14.

ظاہر کرتی ہے۔ بعد میں بیت لحم میں اس کی پیدائش کا قصہ بلاشبہ پرانے عہدنامہ کی پیشنگوئیوں کی جانبدارانہ تعبیر کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ یسوع کے لئے یہ سمجھا جاتا تھا کہ داؤد کا بیٹا ہونے اور مسیح ہونے کے لحاظ سے اس کے لئے بیت لحم میں پیدا ہونا ضروری ہے۔

قدیم تر روایت مرقس ۶/۱ میں آئی ہے یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ مسیح کا مقام پیدائش اور اس کا وطن دراصل ناصرہ نام گاؤں تھا۔"[1]

(۲) کن سائز شرح بائبل میں لکھا ہے:۔

"متی اور لوقا متفق ہیں کہ یسوع کا مقام پیدائش بیت لحم ہے۔ ایک وسیع تنقیدی نظریہ کی رُو سے یہ روایت بعد کی ایجاد ہے۔ اس کی غرض یہ تھی کہ اگر یسوع ابنِ داؤد ہے تو ملاکی نبی کی پیش گوئی کی رُو سے اس کے لئے مقام پیدائش بھی بیت لحم ہی مناسب ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ان ناقدین کا یہ بھی خیال ہے کہ انجیل کے نسبنامے سراسر فرضی ہیں۔"[2]

یہ تنقید ظاہر کرتی ہے کہ مسیح کا مقام پیدائش بیت لحم اور اس کا داؤد کے شاہی خاندان سے ہونے کا عقیدہ بعد کی اختراع ہے۔ اصل روایت اس سے مختلف تھی۔ یہ تنقیدی نظریہ کیوں پیدا ہوا۔ اس کا باعث یہ ہے کہ انجیل میں دو قسم کی روایات ملتی ہیں۔ پہلی روایت کی رُو سے یسوع مسیح صاف کہتے ہیں کہ میں ابن داؤد نہیں ہوں۔ یہ روایت متی، لوقا اور مرقس میں درج ہے۔ دوسری روایت جو کہ متی اور لوقا میں آئی ہے واضح طور پر یسوع مسیح کو ابن داؤد قرار دیتی ہے۔ اس اختلاف میں فیصلہ ایک طرف ہی ہو سکتا ہے۔ چونکہ قدیم ترین انجیل مرقس کی ہے مرقس میں یسوع کے ابن داؤد ہونے سے انکار موجود ہے (۱۲/۳۵) اور یہ لکھا ہے کہ مسیح کا مولد و مسکن ناصرہ شہر تھا (۱/۹) اسلئے دوسری روایت واضح طور پر بعد کی اختراع ہے۔

حضرت مریم بھی داؤد کی نسل سے نہ تھیں

(۵) اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ یسوع مسیح بن باپ پیدا ہوئے تو ان کو ابن داؤد ثابت کرنے کے لئے صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ حضرت مریم داؤد کی نسل سے ہوں قرونِ اولیٰ میں اس مشکل کا حل یہی سوچا گیا کہ مریم کو بھی داؤد کی نسل قرار دیدیا جائے۔ چنانچہ اپاکرفل یعنی غیر مستند اناجیل میں مریم کو نسل داؤد میں سے بتایا گیا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ موجودہ اناجیل میں جو کہ عیسائیوں کے نزدیک مستند ہیں کہیں نہیں لکھا کہ مریم داؤد کے خاندان سے تھیں۔ اگر حضرت مریم داؤد کی نسل ہوتیں تو انجیل نویسوں کو کیا مصیبت پڑی تھی کہ وہ مسیح کو ایکطرف کنواری کا بیٹا کہتے اور دوسری طرف یوسف نجار کا بیٹا قرار دیکر داؤد سے اسکا نسبنامہ ملاتے، وہ یہ سادہ بات لکھ سکتے تھے کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے اسلئے وہ ابن مریم ہیں۔ اور مریم چونکہ داؤد کی نسل سے ہے اسلئے یسوع مسیح بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ انجیل نویسوں کے نزدیک مریم خاندانِ داؤد سے

---

[1] An Encyclopedia of Religion By Vergilius Ferm P.H.D.

[2] Concise Bible Commentary By The Reverend W. K. Lowther Clarke P. 135

تعلق نہ رکھتی تھیں بلکہ یوسف نجار داؤد کی نسل سے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یسوع مسیح کا نسب نامہ مریم کی طرف سے دینے کی بجائے یوسف نجار کی طرف سے دیا ہے۔ اسکی مزید تائید کہ مریم داؤد کی نسل نہ تھیں انجیل کے ایک حوالہ سے بھی ہوتی ہے۔ انجیل لوقا میں لکھا ہے کہ زکریا کاہن کی بیوی الیصبات ہارون کی اولاد میں تھیں (لوقا $\frac{1}{5}$) ہارون عمران کے بیٹے تھے۔ گویا زکریا کاہن کی بیوی آل عمران سے تعلق رکھتی تھی۔ آگے چل کر حضرت مریم کو الیصبات کا قریبی رشتہ دار کہا گیا ہے (لوقا $\frac{1}{36}$) اس سے یہ استدلال بآسانی ہو سکتا ہے کہ حضرت مریمؑ بھی الیصبات کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں یعنی آل عمران میں سے تھیں۔ یہ حوالہ قرآن مجید کے دعویٰ کی واضح تائید کرتا ہے۔ چنانچہ ویری (Wherry) نے اپنے انگریزی ترجمۂ قرآن میں انجیل کے اس حوالہ کے پیش نظر یہ تسلیم کیا ہے کہ قرآن مجید کا دعویٰ کہ مریم آل عمران اور ہارون کی نسل سے ہے صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ انجیل میں بھی مریم کو الیصبات کی قریبی رشتہ دار قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"مریم لیوی (یعنی عمرانی) خاندان میں سے تھیں کیونکہ وہ الیصبات کی رشتہ دار تھیں۔ اسلئے مریم کا یہود کی طرف سے اُختِ ہارون قرار دیا جانا ممکن ہے"
(سورہ مریم زیر لفظ اُختِ ہارون آیت ۲۹)

مسیح موعود کے متعلق یہود کے تصورات

(۶) تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کے زمانہ میں یہود کتاب مقدس کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح کے متعلق مختلف تصورات اور عقاید کے حامل تھے۔ زیادہ تر تو یہ سمجھتے تھے کہ مسیح موعود داؤد کے شاہی خاندان کا ایک فرد ہوگا، وہ ایک زبردست بادشاہ ہوگا، وہ بزورِ سیف یہودیوں کو غیر قوموں کی غلامی سے نجات دیگا۔ وہ داؤد کی کھوئی ہوئی بادشاہت قائم کریگا اور یہود کی حکومت داؤد کی طرح قائم کر دیگا۔ لیکن اس زمانہ میں یہود کا ایک دوسرا طبقہ بھی موجود تھا جو کہ مسیح کے متعلق اسی قسم کے عقائد کا مخالف تھا۔ ان کے نزدیک مسیح کی بادشاہت روحانی ہے۔ وہ داؤد کے شاہی خاندان کی بجائے ہارون کے خاندان کہانت سے ظاہر ہوگا اور دنیا کو روحانی ذرائع سے فتح کرے گا۔ اس طبقہ کے نزدیک کتاب مقدس کی پیشگوئیوں سے یہی امور ظاہر ہوتے تھے۔ ایڈورڈ لوسی (Lohse) اپنی کتاب Mark's Witness to Jesus Christ میں لکھتے ہیں :-

"یہود کا ایک دوسرا طبقہ بھی موجود تھا جو کہ یہ سمجھتا تھا کہ خدا تعالیٰ کا پیغامبر مسیح موعود ہارون کی نسل میں سے ایک کاہن کے طور پر ظاہر ہوگا جو کہ بندگانِ خدا کا تزکیہ کریگا اور اپنی کہانت کی تقدیس کے ذریعہ ان کو نیکی اور تقویٰ پر جمع کریگا۔ وہ شیطان کو قید کر دیگا۔ اور شیطانی طاقتوں سے ان کا تسلط چھین لیگا۔ وہ لوگوں پر بہشت بریں کے دروازے کھول دیگا اور مقدسین کو نخلِ حیات کے پھل کھانے کیلئے دیگا۔" (ص۲۴)

مسیح موعود کے متعلق یہود کا یہ عقیدہ کہ وہ ہارون کی نسل سے ظاہر ہوگا۔ اسکی تائید انجیل کے اس مقام سے بھی ہوتی ہے جس میں مریمؑ کو الیصبات کی قریبی رشتہ دار قرار دیا گیا اور الیصبات کو ہارون کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کہا گیا (لوقا $\frac{1}{5}$، $\frac{1}{36}$) اور قرآن مجید سے بھی تائید ہوتی ہے جس میں حضرت مریم اور ان کے خاندان کو آل عمران کہا گیا۔ الغرض قرآن مجید کا دعویٰ کہ مریمؑ اور ابن مریمؑ آلِ عمران سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک تاریخی حقیقت ہے اور نصاریٰ کا دعویٰ کہ وہ ابن داؤد ہیں ایک تاریخی غلطی کے سوا اور کچھ نہیں ◆

عہد نامہ جدید کی تدوین کے متعلق مغربی محققین کی ریسرچ

انجیل یوحنا کی سراسر مشتبہ نوعیت اور آرچ بشپ آف یارک کا اعتراف

(از جناب مسعود احمد صاحب دہلوی)

آج بھی دنیا میں ایسے سادہ لوح اور خوش فہم عیسائیوں کی کمی نہیں ہے کہ جن کے نزدیک اناجیل اربعہ منزہ عن الخطا روحی کا درجہ رکھتی ہیں۔ حالانکہ جدید تحقیق کے نتیجے میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور جس کا اعتراف خود نامور عیسائی پادریوں کو بھی ہے کہ مروجہ اناجیل نہ صرف یہ کہ مسیح علیہ السلام کے بے خطا الہام پر مشتمل نہیں ہیں بلکہ یہ اُن حواریوں یا شاگردوں کی بھی تحریر کردہ نہیں کہ جن کے ناموں سے یہ موسوم ہیں بلکہ جدید تحقیق کی رو سے یہ مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے بھی بہت بعد کے زمانے میں نئی نئی قوموں کے لئے ان کے مخصوص حالات و نظریات کے پیش نظر لکھی گئی تھیں بعد ازاں ان میں وسیع پیمانے پر رد و بدل کا سلسلہ جاری رہا جو تا ہنوز ختم نہیں ہوا ہے بلکہ برابر جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ متضاد، نا قابل عمل اور خلاف عقل باتوں سے بھری ہوئی ہیں۔

محققین کے اخذ کردہ نتائج

مغربی محققین جو خود عیسائیت سے ہی تعلق رکھتے ہیں زیادہ سے زیادہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ متی نے واقعۂ صلیب کے عرصہ بعد مسیح علیہ السلام کے بعض فرمودات کو عبرانی زبان میں مرتب کیا تھا۔ وہ مجموعہ بیحد مختصر تھا اور اس میں بجز آپ کے چند ایک فرمودات کے اور کچھ نہ تھا۔ اسی طرح مرقس نے جو پطرس کا شاگرد بیان کیا جاتا ہے مسیح علیہ السلام کے نہایت مختصر حالات زندگی اور اقوال قلمبند کئے تھے۔ یہ دونوں مجموعے اب بالکل نایاب ہیں۔ بعض محققین کا کہنا ہے کہ پپئیس (Papias) نے واقعہ صلیب کے ایک سو سال بعد اپنی ایک کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد کچھ پتہ نہیں چلتا کہ ان دونوں مجموعوں کا کیا حشر ہوا۔ بعد میں جب غیر قوموں کے زیر اثر مسیحیت میں الوہیت مسیح، تثلیث اور کفارہ کے عقائد داخل ہو گئے تو پھر ان عقائد کو درست ثابت کرنے کے لئے مسیحیوں نے متی اور مرقس کے ان مجموعوں اور حواریوں کی طرف منسوب ہونے والی بعض روایات کو توڑ مروڑ کر مختلف زمانوں میں موجودہ اناجیل کو مرتب کیا اور انہیں مستند ظاہر کرنے کے لئے ان کو خاص خاص حواریوں اور ان کے نامور شاگردوں کی طرف منسوب کر دیا۔

یہ الزام نہیں بلکہ حقیقت ہے جس کا اعتراف بڑے بڑے عیسائی محققین کر چکے ہیں۔ چنانچہ ہیرس فرینکلن رال پی ایچ۔ ڈی (Harris Franklin Rall

نے جو ریف سکول آف تھیالوجی ڈینوور میں مسیحی دینیات کے پروفیسر رہ چکے ہیں اپنی کتاب "عہد نامہ جدید کی تاریخ" (New Testament History) میں اس امر پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے اناجیل اربعہ کی تدوین کو تین زمانوں میں تقسیم کیا ہے۔

اوّل حواریوں کا وہ دَور جبکہ حواری مسیح علیہ السلام کے حالات و واقعات زبانی بیان کیا کرتے تھے۔

دوم وہ دَور جب متی اور مرقس یا ان کے نام پر کسی اور شخص نے اقوال و احوال کے نہایت مختصر مجموعے مرتب کئے۔

سوم وہ دَور جب حواریوں کے اس جہان سے گزر جانے کے بعد مختلف اوقات میں موجودہ اناجیل مرتب کی گئیں اور انہیں مختلف حواریوں یا حواریوں کے بعض شاگردوں کی طرف منسوب کیا گیا۔ مسٹر ہیرس فرینکلن ہال اس تیسرے دَور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"تیسرے مرحلہ کے طور پر ہماری موجودہ یعنی مکمل اناجیل کا دَور ہے۔ اس بارہ میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان میں سے کوئی انجیل بھی خود اپنے مصنف کا نام ظاہر نہیں کرتی۔ ہماری انگریزی بائیبل میں ان انجیلوں پر مصنفین کے جو نام درج ہیں وہ محض کلیسیا کی روایات کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم ان کے بارہ میں جو کچھ کہہ سکتے ہیں صرف امکانی صورت میں ہی کہہ سکتے ہیں۔ (یعنی یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ناقل)"

(کتاب "عہد نامہ جدید کی تاریخ" ص ۲۰۹ مطبوعہ دی ابنگڈن پریس نیویارک ۱۹۱۲ء)

اسی طرح مشہور فرانسیسی محقق موسیو الفریڈ لوائسی (Alfred Loisy) جو عیسائیت پر دو درجن سے بھی زیادہ مشہور و معروف کتابوں کے مصنف ہیں اپنی ایک کتاب "عہد نامہ جدید کی ابتداء"[1] کے ص ۱۳ پر لکھتے ہیں:-

"ہر شخص جانتا ہے کہ کلیسیا نے چار انجیلوں کو تسلیم کر کے (مقدس کتابوں کے طور پر۔ ناقل) انہیں اختیار کر رکھا ہے یہ چاروں انجیلیں علی الترتیب حواری متی، مرقس، لوقا اور حواری یوحنا کی طرف منسوب ہیں۔ ان میں سے مرقس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ پطرس کا شاگرد تھا اور اسی طرح لوقا کو پولوس کا شاگرد شمار کیا جاتا ہے۔ اخلاقی نقطۂ نگاہ سے یہ امر یقینی ہے اور اعتدال پسند ناقدین کی اکثریت بھی اسے تسلیم کرتی ہے کہ اس انتساب کے متعلق نرم سے نرم بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ انتساب قیاس اور اندازے پر مبنی ہے۔ ان میں سے کوئی ایک کتاب بھی نہ ایک ہی وقت میں مسلسل لکھی گئی اور نہ کسی ایک شخص نے اسے لکھا۔ اسی طرح ان کتابوں کو فی زمانہ شرعی احکام کی جو حیثیت حاصل ہے با اعتبار

---

[1] الفریڈ لوائسی نے اپنی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی "Les origines du Nouveau Testament" کے نام سے فرانسیسی زبان میں ہی لکھی تھی۔ جس کا "The origins of Christianity" کے نام سے مسٹر ایل۔ پی۔ جیکس نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور یہ ترجمہ ۱۹۵۰ء میں "جارج ایلن اینڈ انوِن لندن" کی طرف سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔ زیر نظر اقتباسات اسی انگریزی ترجمہ سے ماخوذ ہیں۔

وہ انہیں حاصل نہ تھی۔ مزید برآں

بہت سے محققین کا نظریہ یہ ہے کہ کوئی ایک انجیل بھی اُس رسول یا حواری کی لکھی ہوئی نہیں ہے کہ جس کا نام اس پر درج ہے اور خاص طور پر یوحنا حواری کو تو اُس انجیل کی تدوین و تصنیف کے کام سے جو اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے کسی قسم کا کوئی تعلق یا واسطہ تھا ہی نہیں۔"

موسیو الفریڈ لوائسی آگے چل کر چاروں انجیلوں، اعمال اور خطوط کو کمال درجہ تفصیل کے ساتھ غیر الہامی اور غیر مستند ثابت کرنے کے بعد مذکورہ بالا کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں :-

"جہاں تک عہد نامہ جدید کی تحریرات اور ان کی تدوین کا تعلق ہے جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں انہیں نہایت ہی ناقص طور پر دستاویزی شکل دی گئی ہے۔ چاروں انجیلوں، نامہائے پولوس، کیتھولک خطوط اور مکاشفہ یوحنا کو صرف اعتقاد کے رنگ میں ہی رسولوں یا حواریوں کی تصانیف مانا جا سکتا ہے ورنہ تنقید و تحقیق کا محاکمہ اس کے بالکل خلاف ہے۔"

(صفحہ ۲۸۶ و ۲۸۷)

انجیل یوحنا کی سراسر مشتبہ نوعیت

محققین کے مذکورہ بالا اقتباسات اس امر پر گواہ ہیں کہ کسی ایک انجیل کے جعلی یا بناوٹی ہونے کا سوال نہیں بلکہ پورا کا پورا عہد نامہ جدید حواریوں یا حواریوں کے بعض شاگردوں کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ان سب کتابوں کو حواریوں کے بھی بہت بعد کے زمانہ میں لکھا گیا تھا۔ ان میں سے خاص طور پر جیسا کہ موسیو الفریڈ لوائسی نے بھی اشارہ کیا ہے انجیل یوحنا کے بارہ میں محققین اس بات پر پوری طرح متفق ہیں کہ اس انجیل سے یوحنا حواری کا کوئی تعلق واسطہ نہ تھا۔ یہ اول سے آخر تک ہے ہی اور لوگوں کی تصنیف جسے مستند ظاہر کرنے کے لئے دیدہ و دانستہ یوحنا جیسے بزرگ حواری کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

اس بارہ میں بہت سے محققین میں جو باہم اتفاق پایا جاتا ہے اس کی متعدد وجوہات ہیں۔ **اول** یہ کہ یہ انجیل اپنے انداز بیان، واقعات کی نوعیت اور ان کی تفصیلات کے اعتبار سے باقی تین انجیلوں سے بہت مختلف ہے۔ اس میں خاص طور پر مسیح علیہ السلام کے الفاظ کو بڑھا چڑھا کر ایسے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جن سے الوہیت مسیح، تثلیث اور کفارہ وغیرہ کے باطل عقائد کا درست ہونا ثابت ہو سکے۔ تفصیلات میں جانے کا یہ انداز ہی محققین کو اس طرف متوجہ کرنے کا موجب بنا کہ آیا یہ انجیل یوحنا حواری کی تحریر کردہ ہے بھی یا نہیں۔ **دوم** محققین کو خود چوتھی انجیل

میں بعض ایسی عبارتیں نظر آئیں جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یوحنا حواری اس انجیل کے مصنف نہیں ہو سکتے۔ مثال کے طور پر انجیل کے آخر میں یہ الفاظ آتے ہیں :-

"یہ وہی شاگرد ہے جو ان باتوں
کی گواہی دیتا ہے اور جس نے ان
کو لکھا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس
کی گواہی سچی ہے۔" (باب ۲۱ آیت ۲۴)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر یوحنا حواری خود اس انجیل کے مصنف ہوتے تو وہ یہ الفاظ کبھی نہ لکھتے۔ یہ الفاظ خود اپنی ذات میں اس امر کا ثبوت ہیں کہ یہ انجیل بعض اور لوگوں کی لکھی ہوئی ہے جنہوں نے اپنے لئے "ہم" کا لفظ استعمال کرکے گواہی دی ہے کہ یہ باتیں سچی ہیں اور ان کو سچا ثابت کرنے کے لئے لکھ دیا ہے کہ ان باتوں کو ابتداءً مسیح کے ایک حواری نے لکھا تھا جنہیں "ہم" نے اب کتابی شکل دیدی ہے۔ اگر یہ انجیل فی الواقعہ یوحنا حواری نے خود لکھی ہوتی تو انہیں اس امر کی حاجت نہ تھی کہ وہ اس طرح دوسروں کی شہادت کو اس میں درج کرتے۔ اور اگر شہادت درج کرنی بھی ہوتی تو وہ لکھتے کہ "تم" جانتے ہو کہ "میری" گواہی سچی ہے۔ وہ خود اپنے ہی بارہ میں یہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی سچی ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ **دوسرے لوگ** ہی جنہوں نے اپنے لئے "ہم" کا لفظ استعمال کیا ہے اس کتاب کے اصل لکھنے والے ہیں اور خواہ مخواہ ایک حواری کی طرف منسوب کرکے اسے سچے واقعات اور سچے اقوال پر مبنی ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ **سوم** تیسری صدی کے اوائل میں متعدد ایسے نامور مسیحی پادری گزرے ہیں جنہوں نے اس انجیل کو یوحنا حواری کی تصنیف تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ ان میں سے اسکندریہ کا بشپ ڈیونائیسس (Dionysius) خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ **چہارم**۔ اس انجیل میں بہت سی ایسی باتیں درج ہیں جو اس کے لکھنے والے کو عینی شاہد ثابت نہیں کرتیں۔ بعض معاملات میں اس کا بیان دوسری انجیلوں سے اس قدر متضاد ہے کہ پہلی انجیل اور چوتھی انجیل کے مصنفین میں سے کسی ایک کو ضرور غلطی پر تسلیم کرنا پڑتا ہے یا پھر اس کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ دونوں ہی کو عینی شاہدین کی فہرست میں سے خارج کر دیا جائے اور مان لیا جائے کہ یہ دونوں انجیلیں بھی باقی انجیلوں کی طرح حواریوں کی لکھی ہوئی نہیں ہیں۔ **پنجم**۔ اس انجیل میں واقعات کی ترتیب ناقص ہے اور اس کے بعض حصوں کو دوبارہ ترتیب دیئے بغیر اسے مسلسل پڑھنا ممکن نہیں ہے۔[1]

آرچ بشپ کا ایک گونہ اعتراف

محققین کی یہ تحقیق بڑے وزنی دلائل پر مبنی تھی۔ اس کا شائع ہونا تھا کہ دنیائے عیسائیت میں شور پڑ گیا۔ یورپ کے عیسائی پادریوں نے اس تحقیق کو غلط ثابت کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن محققین کے وزنی دلائل کے آگے ان کی کچھ پیش نہ چلی۔ وہ محض لکیر کے فقیر کی طرح یہی رٹ لگاتے چلے گئے کہ چوتھی انجیل یوحنا حواری کی لکھی ہوئی ہے۔ اور چونکہ

---

[1] ان وجوہات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "A Companion to the Bible" مرتبہ T.W. Manson صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۴

یوحنا نے روح القدس کی تائید سے اسے لکھا تھا اسلئے یہ الہامی کتاب کا ہی درجہ رکھتی ہے - پادری صاحبان کے اس اصرار کی بنیاد ٹھوس حقائق کی بجائے محض خوش اعتقادی پر تھی اس لئے جدید تحقیق کو جھٹلانے اور اس کا انکار کرنے کے باوجود عیسائی دنیا محققین کے اس انکشاف سے کہ چوتھی انجیل یوحنا حواری کی تصنیف نہیں ہے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی - حتیٰ کہ خود نامور عیسائی پادریوں کو اسے تسلیم کرنا پڑا - انہی نامور پادریوں میں سے ایک انگلستان کے لاٹ پادری مسٹر ولیم ٹمپل سابق آرچ بشپ آف یارک ہیں - انہوں نے صاف اور کھلے لفظوں میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ فی الواقعہ یوحنا حواری انجیل مذکور کے اصل مصنف نہیں ہیں - بلکہ یہ یوحنا اکبر (John the Elder) نامی ایک اور ہی شخص کی لکھی ہوئی ہے - البتہ وہ شخص یوحنا حواری کا شاگرد خاص تھا اور اس نے اپنے استاد کے کہنے پر ہی اسے لکھا تھا - اب یہ امر تو دیگر ہے کہ آیا یوحنا اکبر، یوحنا حواری کا شاگرد تھا یا نہیں اور یہ کہ اس نے یہ انجیل اپنی مرضی سے لکھی تھی یا یوحنا حواری کے کہنے پر اسے مرتب کیا تھا - قابل غور بات یہ ہے کہ آرچ بشپ آف یارک جیسی ہستی کا یہ تسلیم کر لینا کہ یہ انجیل بہر حال یوحنا حواری کی تصنیف نہیں ہے عیسائیوں کے روایتی اعتقاد پر جدید تحقیق کی زبردست فتح ہے اور اس کی حیثیت مروجہ عیسائیت پر جس کی زیادہ تر بنیاد چوتھی انجیل پر ہی ہے ایک ضرب کاری سے کم نہیں - کیونکہ اس سے اناجیل اربعہ کے الہامی یا مستند ہونے کا سارا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جاتا ہے - اگر شروع ہی سے یہ انجیل اس دوسرے شخص کی طرف منسوب ہوتی جو بقول آرچ بشپ آف یارک اس کا اصل مصنف ہے تو بھی ایک بات تھی - عیسائی دنیا کا عمداً اسے یوحنا حواری کی طرف منسوب کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ انجیل بھی سراسر جعلی اور غلط عقائد پر مبنی ہے - اس غلط انتساب کا بجز اس کے اور کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ سراسر بناوٹی عقائد کو یوحنا حواری کے حوالہ سے مستند ثابت کیا جائے -

ذیل میں آرچ بشپ آف یارک مسٹر ولیم ٹمپل کے اس اعتراف پر مشتمل خود ان کی تحریرات کے بعض اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ یہ ظاہر ہو سکے کہ مسیحی دنیا صدہا برس سے ایک فریب میں مبتلا چلی آرہی ہے اور اس کے زیر اثر سراسر غلط اور بے بنیاد عقائد کے چکر میں پھنسی ہوئی ہے -

مسٹر ولیم ٹمپل نے انجیل یوحنا کے متعلق دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "انجیل یوحنا کا مطالعہ اور اس کا ماحصل" (Readings in st. John's Gospel) - اس کی جلد اول کے دیباچے میں انہوں نے اس امر پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ آیا یہ انجیل یوحنا حواری کی تحریر کردہ ہے یا نہیں؟

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے انہوں نے موقف یہ اختیار کیا ہے کہ بے شک یہ انجیل یوحنا حواری کی اپنی تصنیف نہیں ہے لیکن اس کا اصل مصنف حواری مذکور کا شاگرد خاص تھا - اس کو حواری مذکور کا شاگرد ظاہر کرنا بھی ایک خاص مقصد کے پیش نظر ہے تاکہ اس میں بیان کردہ عقائد یوحنا

---

۱ یہ کتاب میکملن اینڈ کمپنی لمیٹڈ لندن نے پہلی بار ۱۹۳۹ء میں شائع کی تھی - اس کے بعد اس کے مزید دو ایڈیشن شائع ہوئے ایک اسی سال اور ایک ۱۹۴۰ء میں *

حواری کی طرف منسوب ہو سکیں۔ اور محققین کی ناقابلِ تردید ریسرچ کو تسلیم کر لینے کے باوجود پیر ناالہ وہیں گرے جہاں وہ پہلے گرتا تھا۔ چنانچہ وہ اس بارہ میں موافق اور مخالف آراء کا خلاصہ درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

"وہ نظریہ جو میرے نزدیک درست ہے یہ ہے کہ اس انجیل کا لکھنے والا یوحنا اکبر ہے جو یوحنا حواری کا قریبی شاگرد تھا۔ اس نے حواری کی تعلیم کو بڑی دیانتداری کے ساتھ سپردِ قلم کیا ہے۔ بعض مقامات پر جہاں وہ عینی شاہد کا ذکر کرتا ہے اس سے مراد حواری یوحنا ہے اور "وہ شاگرد جو مسیح کو بہت عزیز تھا" اس سے بھی حواری مذکور ہی مراد ہے۔"

(ملاحظہ ہو کتاب مذکور دیباچہ ص۱)

اگر بفرضِ محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ انجیل یوحنا اکبر نامی شخص کی لکھی ہوئی ہے اور وہ یوحنا حواری کا شاگردِ خاص تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یوحنا اکبر نے کتاب میں صرف یوحنا حواری کی بیان کردہ باتیں ہی لکھی تھیں یا اس میں اپنی طرف سے بھی کچھ ملا دیا تھا؟ اگر اس نے پوری دیانتداری سے یوحنا حواری کے مواعظ ہی کو قلمبند کر دیا ہوتا تو بھی اس ساری انجیل کو یوحنا اکبر کی بجائے یوحنا حواری کی طرف منسوب کرنے کا کمزور اور خفیف سا جواز نکل سکتا تھا۔ لیکن صورتِ حال یہ نہیں۔ مسٹر ولیم ٹمپل آگے چل کر تسلیم کرتے ہیں کہ یوحنا اکبر نے یوحنا حواری کی بیان کردہ باتوں ہی کو قلمبند کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے اس میں اپنی طرف سے بھی بہت کچھ بڑھا دیا تھا چنانچہ لکھتے ہیں:-

"یہ ہو سکتا ہے کہ بعض حصے حواری نے خود بول کر یوحنا اکبر کو لکھوائے ہوں میرا ذاتی رجحان یہی ہے کہ بعض حصے حواری نے خود لکھوائے ہوں گے لیکن بعض حصے ایسے ہیں جو حواری یوحنا کے اُن مواعظ پر مشتمل ہیں جنہیں یوحنا اکبر نے اپنی یادداشت کی بناء پر لکھا ہے اور بعض حصے ایسے بھی ہیں جو یوحنا اکبر کے اپنے تبصرے کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

(ملاحظہ ہو دیباچہ ص۱)

اس اقتباس میں "ہو سکتا ہے" اور "میرا ذاتی رجحان" کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ ان الفاظ کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ مسٹر ولیم ٹمپل کے نزدیک اس امر کی بناء کہ یوحنا حواری نے بعض حصے خود بول کر لکھوائے تھے محض قیاس اور گمان پر ہے۔ ان کے پاس اس کا کوئی حتمی اور یقینی ثبوت نہیں ہے۔ اگر دیکھا جائے تو عیسائیت کے مروجہ عقائد کی پچ اور پاسداری نے انہیں یہ گمان کرنے پر مجبور کیا ہے ورنہ اس گمان میں قطعاً کوئی اصلیت نہیں ہے۔ اس بے بنیاد گمان کو الگ کر دیا جائے تو مسٹر ولیم ٹمپل کے مذکورہ بالا اقتباس سے بدیہی طور پر جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ اگر یہ انجیل یوحنا اکبر نے لکھی تھی تو یہ سراسر اس کے اپنے دماغ کی اختراع ہے۔ مزید برآں مسٹر ٹمپل نے جو موقف اختیار کیا ہے اس پر ایک اور سوال پیدا ہوتا تھا اور وہ یہ کہ کیا حواری کے لکھوائے ہوئے حصوں اور یوحنا اکبر کے اپنے تاثرات میں امتیاز کرنا ممکن ہے تاکہ حواری کے لکھوائے ہوئے حصوں پر ایمان لانا ضروری ٹھہرے اور یوحنا اکبر کے تاثرات خواہ مخواہ ایمانیات کا جزو قرار نہ پائیں؟ جب مسٹر ٹمپل

نے اِس امر کی بُنیاد قیاس پر رکھی ہے کہ حواری نے بعض حصے خود لکھوائے تھے تو وہ اس سوال کا جواب اثبات میں کیسے دے سکتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"یہ بتانا ممکن نہیں ہے کہ انجیل کا کونسا حصّہ ایسا ہے جسے ہم براہِ راست یوحنا حواری کی طرف منسوب کر سکتے ہیں"

(ملاحظہ ہو دیباچہ صل)

اگر یہ ممکن نہیں ہے تو مسیحی دنیا کے لئے یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ وہ ساری کی ساری انجیل کو یوحنا حواری کی طرف منسوب کر دے اور کہے کہ یہ اوّل سے آخر تک یوحنا حواری کی لکھی ہوئی ہے اور ساتھ ہی یہ شیخی بھی بگھارے کہ یہ آسمانی الہام کا درجہ رکھتی ہے۔ الغرض مسٹر ولیم ٹمپل نے جو موقف اختیار کیا ہے اس سے مروّجہ عیسائیت کی پوزیشن کو بچانے میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ ہاں یہ ضرور ظاہر ہو جاتا ہے کہ مغربی محققین کی یہ ریسرچ کہ چوتھی انجیل یوحنا حواری کی لکھی ہوئی نہیں ہے اور یہ بھی دوسری انجیلوں کی طرح سراسر بناوٹی اور جعلی ہے بالکل درست ہے۔ کیونکہ خود مسٹر ولیم ٹمپل کو بھی اِس امر سے انکار نہیں کہ یہ انجیل یوحنا حواری کی بجائے ایک اور ہی شخص کی تصنیف ہے۔

محققین کے نزدیک انجیل یوحنّا کا اصل مصنّف

محققین نے اِس امر کا بھی کھوج لگایا ہے۔ کہ یہ انجیل دراصل کس نے لکھی اور کن مراحل میں سے گزر کر یہ اپنی موجودہ شکل میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ ان کی تحقیق کی رُو سے نہ یوحنا اکبر اس کا مصنّف ہے اور نہ ہی وہ یوحنا حواری کا شاگرد خاص تھا۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ انجیل دوسری صدی عیسوی کے ایک اور ہی شخص کے نظریات کی آئینہ دار ہے۔ وہ شخص نہ کوئی بہت بڑا پادری تھا اور نہ اُسے دینی عالم کی حیثیت سے کوئی خاص مقام یا درجہ حاصل تھا۔ تصوّف کی رَو میں بہہ جانے کے باعث اس نے عجیب و غریب نظریات گھڑ رکھے تھے اور بدقسمتی سے بعض لوگوں نے اسے ایک پہنچا ہوا انسان سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد متعدد اشخاص نے اس کے نظریات کی روشنی میں اس انجیل کو مرتّب کیا۔ پھر اس میں دوسری اناجیل کی طرح کافی عرصہ تک ردّ و بدل کا سلسلہ جاری رہا حتّٰی کہ دوسری صدی عیسوی کے نصف آخر میں اسے آخری شکل دیکر پہلے ایک حواری کی طرف اور پھر خاص یوحنا حواری کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ چنانچہ مشہور فرانسیسی محقق موسیو الفریڈ لوائسی اپنی کتاب "The Origins of the New Testament" میں (جس کے بعض اقتباس اُوپر آ چکے ہیں) انجیل یوحنا کی تدوین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"پہلی صدی عیسوی کے اواخر یا دوسری صدی عیسوی کے اوائل میں ایک صوفی قسم کا راہب تھا۔ وہ دینی عالم کی حیثیت سے کوئی مقام رکھنے کی بجائے تصوّف کے اسرار و رموز کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ اس نے بعض مذہبی نظمیں بنا رکھی تھیں اور وہ استعاروں سے کام لے کر بعض مکاشفات بھی بیان کیا کرتا تھا۔ چوتھی انجیل کی بنیاد انہی نظموں اور مکاشفات پر ہے۔ کچھ عرصہ

بعد یعنی ۱۳۵ اور ۱۴۰ عیسوی کے درمیانی عرصہ میں اس کے افکار کو جمع کرکے انجیل کی طرز پہ ایک کہانی مرتب کی گئی۔ تاکہ اور بہت سی مروجہ اناجیل کی طرح وہ بھی دوسروں کو عیسائی مذہب میں لانے اور نئے عیسائیوں کو اس کی مبادیات سے روشناس کرانے کے سلسلہ میں ایک ضابطہ کا کام دے سکے۔ یہی وہ دَور تھا کہ جب اس میں بیان کردہ واقعات کی زمانی ترتیب متعین کی گئی۔ اور پہلی تین انجیلوں سے بعض حصّے اخذ کرکے اس میں شامل کئے گئے۔ اس مرحلہ پر اس کی جو شکل متعین ہوئی اُس پر کسی مصنف کا نام درج نہ تھا اور اس کا حلقۂ اثر بھی صرف ایشیائی صوبے تک محدود تھا۔ اس کے بھی پندرہ یا بیس سال بعد یعنی ۱۵۰ اور ۱۶۰ عیسوی کے دَوران مارسیئول کی جاری کردہ بدعت نے سر اٹھایا چنانچہ اُس وقت اِس ایشیائی کتاب میں جگہ جگہ تبدیلی کرکے اسے دوبارہ مرتب کیا گیا اور اس طرح یہ پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس مرحلہ میں اس میں نہ صرف یہ کہ باب ۲۱ کا اضافہ ہوا' بلکہ اصل متن میں بھی جگہ جگہ تبدیلیاں اور ایزادیاں عمل میں لائی گئیں۔ اس وقت پہلی دفعہ بڑی دیدہ دلیری سے یہ ظاہر کیا گیا کہ یہ ایک حواری کی تصنیف ہے۔ اُس دَور میں ہر وہ چیز لوگوں کے لئے قابلِ قبول تھی کہ جس سے اعتقادی ہیجان تسلّی پا سکے۔ چنانچہ بیان کردہ کاوشں کے نتیجے میں جو انجیل معرضِ وجود میں آئی تھی ان لوگوں نے جنہیں ایمان ابھارنے والی قوتِ ارادی کے زیرِ اثر اس میں صداقت نظر آئی اسے قبول کر لیا۔" (صفحہ ۲۳)

موسیو الفریڈ لوائسی نے تو دوسری صدی کے نصف اواخر کو اِس انجیل کی تدوین کا زمانہ قرار دیا ہے لیکن بعض دوسرے محققین کا خیال ہے کہ یہ اس سے بھی بہت بعد کے زمانہ میں مرتب کی گئی تھی۔

عیسائی حضرات کے لئے لمحۂ فکریہ

عہد نامۂ جدید کی تدوین کے متعلق مغربی محققین کی مذکورہ بالا ریسرچ اور انجیل یوحنا کے متعلق آرچ بشپ آف یارک کا ایک گونہ اعتراف اِس حقیقت کو واشگاف کرنے کے لئے کافی ہے کہ موجودہ اناجیل اربعہ جن پر مروجہ عیسائیت کی بنیاد ہے سراسر جعلی اور بناوٹی ہیں۔ نہ مسیح علیہ السلام کے حواریوں نے انہیں مرتب کیا اور نہ حواریوں کے اُن شاگردوں نے ان کی تدوین میں کوئی حصہ لیا جن کے نام ان پر درج ہیں۔ اندریں حالات اِن کتابوں کو وحیٔ الٰہی یا آسمانی القاء کا درجہ دے کر مقدس ماننا انتہاء درجہ کی سادہ لوحی نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ انجیل جو اپنی ابتدائی شکل میں تقدس کا دعویٰ کر سکتی تھی اب ناپید ہو چکی ہے۔ مروجہ اناجیل کو جو بہت بعد میں مرتب کی گئیں اور جنہیں من مانے خیالات کو عقائد کی شکل دینے کی کوشش میں ہر آن

(باقی)

خوراک کی موجودہ مشکلات اور ان کا علاج

(از جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کوئٹہ)

انسان نے اگرچہ ہر شعبۂ زندگی میں بہت زیادہ ترقی کی ہے لیکن ابھی تک وہ قدرت کی طاقتوں پر قابو نہیں پا سکا۔ خاص کر فضائی طاقتوں پر۔ اگرچہ مصنوعی بارش کا وہ دعویٰ کرتا ہے لیکن ایک تو یہ نہایت محدود مقدار میں ہوگی اور پھر اتنی لاگت آئیگی کہ اس مصنوعی بارش سے وہ اس کے خرچ کا لاکھواں حصہ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکیگا۔ قحط یعنی خوراک کی کمی خوہ کسی سبب سے ہو گزشتہ زمانوں میں بھی ہوتی تھی۔ اس وقت اس کا اثر حمل و نقل کے ذرائع موجود نہ ہونے کے باعث نہایت سخت ہوتا تھا۔

اگرچہ یہ اثر ایک محدود رقبہ میں ہوتا تھا لیکن اس علاقہ میں حیوانات جن میں انسان بھی شامل ہیں اور نباتات کا ایک کثیر حصہ تباہ ہوجاتا تھا۔ اب چونکہ حمل و نقل کے ذرائع اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہیں اسلئے قحط کا اثر محسوس تو ہوتا ہے لیکن ایسا سخت نہیں ہوتا کہ انسان اور حیوانات بُری طرح مرنا شروع ہوجائیں۔ اچھی اور کافی خوراک کے نہ ملنے سے انسانی بدن طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوجاتا ہے اور شرح اموات بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح آبادی کا ایک کثیر حصہ اس کے زیر اثر آجاتا ہے۔

آؤ ہم دیکھیں کہ کمی خوراک کے اسباب کیا ہیں؟

اول۔ پیداوار کی کمی۔ اگرچہ دریاؤں کی نہروں سے کافی زمین سیراب ہوتی ہے لیکن اب بھی زمین کا اکثر حصہ بارانی ہے۔ اگر وقت پر بارش نہ ہو تو اس بارانی حصے کی پیداوار کسی درجہ تک کم ہوسکتی ہے۔

دوسرے۔ ہمارے دریا اگرچہ سب ہی کوہ ہمالیہ یا اس کے دامن سے نکلتے ہیں لیکن ان میں بھی برف کا پانی اتنا زیادہ نہیں ہوتا جتنا کہ برساتی ہوتا ہے۔ لہذا یہ بھی ہمارے قابو میں نہیں۔ اگر بارش نہ ہو تو پانی نہایت کم ہوگا اور اگر بارش زیادہ ہو تو اتنا سیلاب آجائیگا کہ سب کچھ ہی بہا لے جائیگا۔ ان پر بھی ہم بھروسہ نہیں کر سکتے۔

تیسرے۔ قدرتی حوادث۔ کھیتی پکی ہوئی ہو۔ اگر خدانخواستہ ٹڈی دل آجائے تو وہ اس کو بالکل صاف کر جاتی ہے۔ اگر فصل کاٹ لی ہو لیکن ابھی اٹھائی نہ ہو بعض وقت آندھی اور طوفان اتنا آتا ہے کہ سب کٹی ہوئی فصل اُڑ جاتی ہے۔ یا بعض وقت بے وقت کی سخت بارش اس کو تباہ کر دیتی ہے۔ بعض وقت دریاؤں کا سیلاب غلّہ یا فصل سب کچھ بہا لے جاتا ہے۔

چوتھے۔ آبادی کا زیادہ ہوجانا۔ اب پاکستان کی آبادی اتنی بڑھ گئی ہے کہ یہاں اناج کی پیداوار اتنی آبادی کے لئے کافی نہیں ہوتی۔

پانچویں۔ چونکہ دنیا میں امن نہیں اور کچھ پتہ نہیں کہ کب جنگ شروع ہوجائے اور کون کون سے ملک اس کی لپیٹ میں آجائیں لہذا ہر ایک ملک کی حکومت کیلئے ضروری ہے کہ دو یا تین سال کی خوراک بطور ذخیرہ محفوظ رکھے۔ ہر سال نیا غلہ جمع ہوجاتا ہے۔ اور

تین سال پرانا استعمال میں لایا جاتا ہے۔ بعض وقت یہ کھانے کے قابل ہی نہیں رہتا۔

چھٹے - جنگ کے خطرے کے باعث ہر ایک ملک کی حکومت اپنی آمدنی اور ہر طرح کی پیداوار - ذرائع معدنیات اور انسانی و قدرتی طاقتوں کا ایک بہت بڑا حصہ دفاع پر خرچ کر رہی ہے۔ اگر یہ سب کچھ اپنے ملک اور دیگر ملکوں کی ضروریات کے پورا کرنے میں لگتا تو انسان کی زندگی کتنی آسان ہو جاتی اور اس کی ضروریات نہایت آسانی سے پوری ہو جاتیں۔ ان سب مشکلات کے ہوتے ہوئے آؤ ہم غور کریں کہ ہم کس حد تک اپنی خوراک کی کمی کو پورا کر سکتے ہیں۔ جب کہ تمام حکومتیں اپنے دفاع کو مضبوط کر رہی ہیں۔ اگر ہم اپنے دفاع کا خیال نہ کریں تو ہم سے بڑھ کر بے وقوف کوئی نہیں ہوگا۔ اپنے دفاع کو ہر طرح سے مضبوط کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔ اس فرض کو پورا کرتے ہوئے ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہم اپنی خوراک کی کمی کیسے دُور کریں۔

(۱) ملک میں کوئی شخص بھی بیکار نہ رہے۔ ہمارے ملک میں اتنے گداگر اور بھیک منگے ہیں کہ بعض وقت خاص کر جمعرات اور جمعہ کو ان کی تعداد عام لوگوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ان سب سے کام لیا جائے۔ کام بے شک وہ ہو جو وہ کر سکیں لیکن کام ضرور لیا جائے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو روٹی کپڑا اور سر چھپانے کی جگہ دی جائے۔

(۲) ایک چپہ بھر زمین بھی جہاں کچھ پیدا ہو سکتا ہے بغیر زراعت کے نہ چھوڑی جائے۔ اسی طرح پانی کا ایک قطرہ بھی ضائع نہ کیا جائے۔

ہمارے ہاں دو طرح کے زمیندار ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جن کے پاس اتنی زمین ہے جو اُن کے گزارہ کے واسطے بھی کافی نہیں۔ دوسرے وہ "وڈیرے" ہیں جو لاکھوں بیگھوں کے مالک ہیں۔ یہ وڈیرے اپنا تقریباً تمام وقت عیاشی اور آرام طلبی میں صرف کرتے ہیں اور زرعی پیداوار کو فروخت کر کے موٹریں اور ایسی ہی چیزیں خرید لیتے ہیں جن سے صرف اپنی شان دکھانا مقصود ہوتا ہے۔

جو چھوٹے زمیندار ہیں ہمارے لئے ضروری ہے کہ اُن کی ہمت افزائی کریں۔ اُن کو ہر طرح کی مدد دیں۔ اُن کی زمین اگر نہری ہے تو اُن کو کافی پانی دیا جائے۔ اُن کو اچھا بیج مہیا کیا جائے۔ اُن کو اس زمانہ کے صحیح طریقے کاشت کے بتائے جائیں۔ تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کریں۔ اُن کی زمین کا معائنہ کیا جائے کہ اس میں کونسی جنس یا چیز اچھی طرح پیدا ہو سکتی ہے۔ جس چیز کے لئے اُن کی زمین موزوں ہو اس کی ہی کاشت اُن کو کرنی چاہیئے۔ زمین پر اچھی محنت کی جائے۔ بیج عمدہ ہو۔ گھاس یا اَور خودرَو پودوں کو نکالا جائے۔ اگر کوئی کیڑا یا بیماری لگی ہو اس کا محکمہ زراعت والوں سے علاج کرایا جائے۔ غرضیکہ محنت، تدبّر اور حفاظت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ فائدہ اس زمین سے اٹھایا جائے۔ چھوٹے زمینداروں کو اکثر پٹواری اور نمبردار اپنے فائدہ کے لئے تنگ کرتے ہیں۔ ان کو فضول مقدمات میں دھکیل دیتے ہیں۔ جس میں یہ غریب پس کر رہ جاتے ہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ ان چھوٹے زمینداروں کی ہر طرح سے حفاظت کرے۔

اب ہم بڑے زمینداروں کی طرف توجہ کرتے ہیں جن کی عمر اور وقت کا ایک بہت بڑا حصہ عیاشی اور بیکاری میں گذرتا ہے۔ گورنمنٹ اُن کو مجبور کرے کہ

وہ اپنی زمینداری پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں۔ اُن کی زمین کا معائنہ کیا جائے کہ اس میں کون کون سی اشیاء زیادہ پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور موجودہ زمانہ کے طریقے اور اسباب استعمال کر کے اُن کی کل پیداوار کیا ہونی چاہیئے۔ پھر ان کو مجبور کیا جائے کہ اتنی پیداوار مہیا کریں اور اس آمدنی کا زیادہ حصہ ہاریوں، عمدہ بیج اور زراعت کے موجودہ سائنٹفک طریقوں پر خرچ ہو۔ اگر یہ "وڈیرے صاحبان" ان باتوں پر توجہ نہ دیں تو کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس کے ذریعہ حکومت اس زمین پر قابض ہو جائے اور اپنے انتظام سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرے۔ وڈیرے صاحب کو ایک خاص حصہ دیکر باقی منافع زمین کی بہتری، مشینوں کے مہیا کرنے اور ہاریوں پر خرچ کرے جس چیز کے پیدا کرنے کے قابل یہ زمین ہے وہ اس میں سے زیادہ سے زیادہ پیدا کی جائے۔ اگر کسی وڈیرے کے پاس اتنی زمین ہے جس کا وہ انتظام نہیں کر سکتا وہ زیادہ حصہ فوراً اس سے لے لیا جائے اور ایسے شخص کو دیا جائے جو اُسے اچھی طرح استعمال کر سکے۔

لگان یا مالیہ میں بھی ترمیم کی ضرورت ہے۔ اس کی ترکیب انکم ٹیکس کے طور پر ہو۔ ایک خاص رقبہ تک لگان نہیں ہونا چاہیئے۔

۵۰ بیگھہ تک - کوئی لگان نہ ہو۔

۱۰۰ بیگھہ تک - ایک خاص رقم ہو۔

اس کے بعد لگان کی رقم انکم ٹیکس کی طرح فی بیگھہ بڑھتی جائے۔ البتہ یہ لگان زمین کی کاشت کے تمام اخراجات نکال کر لگایا جائے۔ اس طرح بڑے بڑے زمیندار تمام آمدنی اپنے ہی تصرف میں نہیں لا سکیں گے بلکہ حکومت کو بھی ایک خاص حصہ اس آمد سے دینا ہوگا اور چھوٹے زمیندار ناجائز بوجھ سے بچ جائیں گے۔

پانی کا انتظام تو گورنمنٹ کا ہوتا ہے لیکن بعض پانی زمیندار کے ہاتھ میں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً نالیاں ایسی ہوں کہ ان میں سے پانی نکل کر ضائع نہ ہو۔ وقت پر پانی دیا جائے۔ ہر ایک کھیت میں ضرورت کے مطابق دیا جائے۔

اگر نہر یا دریا ہے کا پانی نہ ہو۔ تالاب یا آرٹی زئین ویل کا پانی ہو۔ یا کوئیں میں سے بذریعہ رہٹ، چرس یا بذریعہ انجن پانی نکالا جائے۔ یہ بھی قاعدہ کے مطابق نکالا جائے اور اس پانی میں بھی کفایت شعاری اور اس کے استعمال میں حکمت اور سمجھ سے کام لیا جائے تاکہ پانی ضائع نہ ہو اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھایا جائے۔

ہمارے دریا چونکہ قابلِ اعتبار نہیں۔ ان کے پاٹ اور گہرائی نیز ان کے کنارے ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ سیلاب کے وقت میں بے حساب پانی ضائع ہوتا ہے۔ اسلئے اگر کچھ تالاب ایسے بن جائیں جو سیلاب کے وقت اس پانی کو سمیٹ لیں تو اس سے دو فائدے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو اس پانی کو ضرورت کے وقت استعمال کر سکتے ہیں اور دوسرے ان تالابوں میں مچھلیاں پالی جا سکتی ہیں جو خوراک کا کام دے سکتی ہیں۔

یہ ذکر تو ہم نے اس زمین اور پانی کا کیا ہے جو خالص زراعت کے واسطے استعمال ہوتی ہیں۔ اب ہم کچھ شہری اور دیہاتی رہائشی مکانات اور پانی کی بابت بھی ذکر کرتے ہیں۔

شہروں میں جہاں پانی کا انتظام میونسپلٹی کا ہے یا افسروں کے بنگلوں میں کینٹونمنٹ بورڈ وغیرہ کے انتظام کے ماتحت پانی آتا ہے اور وہاں زمین بھی کافی ہوتی ہے۔ ہر ایک ساکن کو ہدایت کی جائے کہ اس ایمرجنسی کے وقت پانی کا ایک قطرہ بھی ضائع نہ

کرے۔ گھر کی ضروریات سے جو پانی بچے نیز وہ پانی بھی جو غسل خانوں اور باورچی خانوں میں استعمال شدہ ہو اس کو کھیتی کیاری کے کام میں لایا جائے۔ پھول اور ان کا گھاس ہمارے لئے اتنے مفید نہیں جتنے کہ سبزی اور آلو وغیرہ ہیں۔ پس ہر ایک ساکن کو تاکید کر دی جائے کہ وہ پانی کی مقدار کے مطابق اپنے بنگلہ میں سبزی اور آلو پیدا کرے۔ تاکہ یہ اشیاء خوراک کے طور پر کام آئیں اور ساکنان کو بھی اس لحاظ سے فائدہ ہو اور قومی طور پر بھی بچت ہو۔

شہری مکانوں میں جہاں میونسپلٹی کے ماتحت پانی کا انتظام ہے وہاں پانی کافی ضائع ہوتا ہے میونسپل افسروں کا کام ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً شہر کی گلیوں میں پھر کر دیکھیں کہ کس گھر کی نالی میں پانی فضول چل رہا ہے۔ اس گھر کو پہلے خبردار کیا جائے اور اگر وہ پانی ضائع کرنے سے باز نہ آئیں تو مناسب سزا اس کے لئے تجویز کریں۔

جن گھروں میں ہاتھ کے پمپ اور کوئیں ہیں وہاں پانی کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں کیونکہ کوئی پاگل ہی ہوگا جو بغیر ضرورت پانی نکالے گا۔

جن گھروں میں فالتو زمین ہے اُن کو بھی سبزی اور آلو وغیرہ لگانا سکھایا جائے اور پھر گھر والوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ ضرور اس زمین میں ان چیزوں کی کاشت کریں۔

جن مکانات میں زمین خالی نہیں وہ بھی کچھ نہ کچھ سبزی پیدا کر سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ٹین کے ڈرم درمیان میں سے کٹوا کر ایک کے دو بنا لیں۔ یا خالی پرانے ٹین یا لکڑی کے بکس لیں اور ان کو صحن میں مناسب جگہ رکھ دیں۔ اگر صحن میں جگہ نہ ہو تو چھت پر رکھ دیں۔ ان میں مٹی اور کھاد وغیرہ بھر کر پانی ڈال کر بیج ڈال دیں۔ اس طرح بعض سبزیاں مثلاً کدو، کی، کریلے وغیرہ یا ٹماٹر اچھی طرح پیدا ہو سکتے ہیں۔

دیہات میں گھروں میں صحن بڑے ہوتے ہیں۔ اگر وہ لوگ کوشش کریں تو اپنے اور ہمسایوں کی ضرورت کے لئے آلو اور سبزی پیدا کر سکتے ہیں۔

پبلک انسٹی ٹیوٹس مثلاً سکول۔ کالج ہسپتال اور ایسی ہی دوسری جگہوں میں زمین اور پانی کافی ہوتا ہے۔ ان جگہوں میں بھی یہ چیزیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ ایک مناسب قیمت پر فروخت ہو کر اس انسٹی ٹیوٹ کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ خلاصہ اس تمام کا یہ ہے کہ ہماری تمام زمین کا ایک چپہ بھی فضول اور خالی نہ پڑا رہے۔ اور اسی طرح ہمارے پانی کا ایک قطرہ بھی ضائع نہ ہو۔

یہ تو ہم نے زراعت کے متعلق لکھا ہے۔ اب ہم کچھ زندہ خوراک کے لئے لکھتے ہیں۔ اس وقت پاکستان میں گائے بیل اور بھیڑ بکری روز بروز کم ہوتی جاتی ہیں۔ تقریباً تمام آبادی گوشت خور بھائیوں کی ہے۔ آٹھ کروڑ گوشت خوروں کے لئے اتنے جانور کہاں سے آئیں۔ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کو ہم دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ (۱) خشکی یعنی زمین پر رہنے والے جانور (۲) آبی جانور۔

(۱) خشکی پر رہنے والے (ل) گائے اور بیل (ب) بھیڑ بکری اور دنبہ وغیرہ۔ (ج) مرغ اور دیگر پرندے۔ اگرچہ اونٹ کے گوشت کا یہاں رواج نہیں۔ لیکن چونکہ یہ بھی حلال جانور ہے اسلئے اس کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔

(۱) گائے بیل کی بابت میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ ان کی حفاظت اور پرورش باقاعدہ نہیں

کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ روز بروز ان کا گوشت نہ صرف کم بلکہ خراب قسم کا ہوتا جاتا ہے۔ حالانکہ تمام حلال جانوروں میں بیل کا گوشت غذائیت کے لحاظ سے بہترین ہے۔ بکری کے گوشت سے اس میں تقریباً دو گنی غذائیت ہے۔ پس ان کی حفاظت اور پرورش میں خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں کیا کیا جائے۔ یہ تو آپ کو ماہرانِ حیوانات ہی بتائیں گے اسی طرح بھیڑ بکری دنبہ وغیرہ کے واسطے خاص توجہ کی ضرورت ہے ان تمام جانوروں کے واسطے سیراب زمینوں کا ایک حصہ بطور چراگاہ ضرور رکھا جائے۔ اور زرعی کاشت میں بھی ان کا حصہ ضرور ہونا چاہیئے۔

مرغی اور پرندے۔ اگر ان کی باقاعدہ پیدائش اور خوراک وغیرہ پر توجہ دی جائے تو ان سے انڈے اور گوشت دونوں مہیا ہوتے ہیں۔ دیہات میں ان کی پیدائش کے لئے کافی گنجائش ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کے پاس جگہ بھی کافی ہوتی ہے پھر زمینداروں کے پاس اناج یا دانے وغیرہ یا روٹی کے ٹکڑے جو ادھر ادھر گر جاتے ہیں۔ ان پر ان کا گزارہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔ پس ان جانوروں کے واسطے دیہاتیوں کی ہمت افزائی کی جائے۔ اور ان کی حفاظت کے نئے نئے طریقے بتائے جائیں۔ انڈوں سے بچے بذریعہ انکیوبیٹر (incubator) نکالنے اور ان کی پرورش کے لئے خاص خوراک وغیرہ کے طریقے سکھائے جائیں۔ ایک مشکل جو بڑی بھاری ہے وہ ان جانوروں میں بیماری پڑ جاتی ہے۔

ہمارے ویٹرینری ڈیپارٹمنٹ کا فرض ہے۔ کہ دیہاتیوں کو ان جانوروں کو بیماری سے بچانے کے طریقے بتائیں۔ اور اگر انہیں بیماری پڑ جائے تو اس کا علاج کریں۔ اگر بیماری چھوت والی ہو جو اکثر ہوتی ہے۔ دوسرے تندرست جانوروں کو اس سے بچانے کی ترکیب بتائیں۔ اگر کوئی نیا جانور لیا جائے تو اس کو دس روز تک دوسرے جانوروں سے بالکل الگ رکھا جائے۔ اس عرصہ میں وہ اگر تندرست رہے پھر اس کو دوسروں کے ساتھ ملایا جائے۔ مرغوں کے ڈربے الگ الگ ہوں۔ اگر ایک ڈربے کے مرغوں میں سے کوئی جانور بیمار ہو جائے یا مر جائے اس ڈربے کے تمام جانوروں کو الگ ایک علیحدہ ڈربے میں کر دیا جائے۔ تاکہ یہ دوسروں سے نہ ملیں۔ اور اس ڈربہ کی مٹی وغیرہ نکال کر اس مٹی کو دور ایک گہرا گڑھا کھود کر دبا دیا جائے اور ڈربہ میں ڈی ڈی ٹی اور کوئی دوا disinfectant چھڑکی جائے۔ اور چونا ڈالا جائے کوشش کی جائے کہ خواہ بیل بکری ہوں یا مرغ وغیرہ۔ اچھی نسل کے لئے جائیں۔ یا آئندہ ان کی نسل اچھے جانوروں سے پیدا کی جائے۔

۲۔ آبی جانوروں میں ہمارے استعمال میں صرف مچھلی ہی ہے۔ اگرچہ کیکڑا اور کچھوا بھی حرام نہیں ہیں۔ بلکہ بعض ملکوں میں کچھوے کا گوشت بہت کھایا جاتا ہے۔ اور یہ کچھوے بھی بڑے بڑے ہوتے ہیں۔

سمندر میں آبی جانوروں کی کمی نہیں۔ اور بعض انہیں سے نہایت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً وھیل۔ لیکن سمندری جانوروں کا شکار آسان نہیں۔ پاکستان کا ایک چھوٹا سا کنارہ سمندروں کے ساتھ لگتا ہے۔ صرف کراچی ہی ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں سے مچھلی وغیرہ بذریعہ ریل باہر بھیجی جا سکتی ہے۔ بڑے جانور ساحل سے بہت دور رہتے ہیں۔

اور زیادہ تر سمندر کے سرد حصوں میں ہوتے ہیں اتنی دور سے ان کا گوشت لانا معمولی بات نہیں — اگرچہ اب کوشش ہو رہی ہے کہ بعض ادویات antibiotics کے ذریعہ مچھلی اور ان جانوروں کے گوشت کو سڑنے سے بچایا جا سکے لیکن یہ دُور کی باتیں ہیں۔ ہمارے لئے موجودہ وقت میں مچھلی پر ہی قناعت کرنی ہوگی۔ اس کے لئے تجاویز سوچنی ہوں گی۔ میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ ہمارے دریا قابل اعتبار نہیں۔ اسی طرح انمیں سے مچھلی وغیرہ کا مہیا ہونا بھی قابل اعتبار نہیں۔ دریائے سندھ کا ایک حصہ ایسا ہے جہاں سے مچھلی خاصی مقدار میں پکڑی جاتی ہے۔ بہتر یہی ہوگا کہ تالاب بنائے جائیں اور ان میں دریا کا پانی جمع کر کے اس میں مچھلیاں پالی جائیں۔ اور یہ خوراک کے طور پر استعمال کی جائیں۔ پنجاب کے دیہات میں بعض جگہیں ایسی ہیں کہ برسات کا پانی وہاں کافی جمع ہو جاتا ہے۔ اس جگہ کو ہی اس مطلب کے واسطے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال یہ کام ماہروں کا ہے۔ وہ اس میں غور کریں۔ اور مختلف ذرائع ایجاد کریں جس سے یہ بری اور آبی خوراک زیادہ ہو سکے۔ (باقی آئندہ)

درخواست: اگر آپ کے ذمہ بقایا ہے۔ تو جلد ارسال فرمادیں دفتر الفرقان کو بہت ضرورت ہے۔ شکریہ۔ (منیجر الفرقان)

عہد نامہ جدید کی تدوین کے متعلق مغربی محققین کی ریسرچ

بقیہ صفحہ ۲۴

بدلا جاتا رہا۔ کسی حال میں بھی من وعن مسیح علیہ السلام کی لائی ہوئی تعلیم پر مشتمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

یہ تو ہو سکتا ہے کہ ان میں کہیں کہیں کوئی صداقت کی بات بھی درج ہو۔ لیکن بحیثیت مجموعی ان کو آسمانی کتابوں کا درجہ دے کر ان کی پیروی کرنا اپنے آپ کو گمراہی کے راستہ پر ڈالنے کے مترادف ہے۔ بے شک عیسائی دنیا اعتقاد کی رَو میں بہہ کر انہیں حواریوں کی تصانیف ہی نہیں بلکہ وحی الٰہی کا درجہ بھی دے سکتی ہے۔ لیکن جب اس اعتقاد کو عقل ونقل، روایت ودرایت، اور تاریخی شواہد کی حمایت حاصل نہیں۔ بلکہ ان کی رُو سے سراسر اس کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ اعتقاد زیادہ عرصہ تک دلوں میں جاگزیں نہیں رہ سکتا۔ اس کا بالآخر متزلزل ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ صداقت بہرحال صداقت ہے۔ اس کا جلد یا بدیر غالب آنا ایک ایسا امر ہے کہ جس کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

اس جدید تحقیق کی تائید میں آرچ بشپ آف یارک کا اعتراف عیسائی حضرات کے لئے ایک لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کاش وہ سوچیں اور اس مغالطے اور خود فریبی سے مخلصی حاصل کریں۔ جس میں وہ اپنی خوش اعتقادی کی وجہ سے پھنسے ہوئے ہیں ◆

ہند میں مسیحیوں کا مستقبل

ذیل کا مضمون عنوانِ بالا سے عیسائی رسالہ المائدہ لاہور مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۵۸ء سے منقول ہے یہ ایک تجربہ کار مشنری کا تحریر کردہ ہے۔ اس مضمون سے ظاہر ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے بعد ہندوستانی عیسائیوں کو اپنا مستقبل کس طرح تیرہ و تاریک نظر آنے لگ گیا ہے۔ ہندوستان میں مسیحی حکومت کے زیر سایہ جو ترقی عیسائیت نے کی تھی۔ اس کا بھرم اب کھل رہا ہے۔ عیسائیت کو روحانیت کی خاطر نہیں بلکہ محض دنیاوی مفاد کی خاطر قبول کیا جاتا رہا ہے اور اب یہ پردہ اٹھ رہا ہے گویا یہ بھی کسرِ صلیب کی ایک صورت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسیح پاک علیہ السلام کی دعاؤں کے نتیجہ میں پیدا فرما دی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ عیسائی ہونے والے افراد جب سچی روحانیت کے طلبگار ہوں گے تو انہیں یہ نعمت اسلام کے سوا کسی اور جگہ نہ ملیگی خدا کرے کہ وہ جلد اس طرف توجہ فرما دیں۔ (ایڈیٹر)

ہر قوم کی تاریخ میں ایک موقع ایسا آتا ہے جب وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کرتی ہے۔ ہند کی مسیحی جماعت کے سامنے وہی گھڑی آپہنچی ہے۔ چاروں اطراف کے ماحول کی اہم تبدیلیاں اسے تحدی کر رہی ہیں جن سے عہدہ برآ ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ یا تو مسیحی ایک جماعت کی حیثیت سے ہی باقی رہیں یا ہندوستان کی خدمت میں پیشوا بننے کی کامیابی حاصل کریں یا خدا کی بادشاہی قائم کریں ان سب باتوں کا انحصار اس انقلاب کے اثر پر ہے جو (یہی) موجودہ ہستی کی صورت میں رونما ہوا ہے سادہ لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایسی بھاری تبدیلیاں پہلے کبھی وقوع میں نہیں آئیں یعنی ہندوستان کا خود مختار ہو جانا اور اس کے نتیجہ میں بیرونی امداد کا ہٹ جانا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صورت حالات میں مسیحی کیا کریں؟

مسیحی جماعت کی تواریخ

اس لحاظ سے ہند میں مسیحی جماعت کی پیدائش اسی زمانہ میں ہوئی جس میں یسوع مسیح اس دنیا میں تھا۔ سادھو سندر سنگھ مرحوم نے جس خفیہ سنیاسی مشن کا ذکر کیا اس کے مطابق مسیحیت کی خاطر سب سے پہلا شہید اور پہلی مسیحی جماعت خداوند مسیح کی صلیبی موت سے پیشتر ہند میں موجود تھے۔ خواہ ہم اس داستان کو مانیں خواہ اس کا انکار کریں

یہ بات درست ہے کہ مسیح کی صلیبی موت کے فوراً بعد مسیحیت ہند میں شروع ہو چکی تھی۔ چنانچہ توما رسول پارتھی بادشاہ گنڈافرس کے دربار میں پہنچا۔ اور وہاں (ٹیکسلا میں) مسیحی جماعت کی بنیاد ڈالی۔ دوسری صدی سے لے کر مالابار میں مسیحیوں کی ایک جماعت اس بات کا دعویٰ کرتی آئی ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد مقدس توما رسول کی تبلیغ سے مسیحی ہو گئے تھے لیکن تعجب کی بات ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی ہند کے مذاہب پر اثر نہ ڈالا کیونکہ ہند کے دھارمک لٹریچر میں مالابار کے مسیحیوں کا کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا۔ اگر مالاباری مسیحیوں کا کوئی اثر ہوا۔ تو وہ بالواسطہ اور دور کا تھا۔ شمالی ہند کی مسیحی جماعت بہت جلد نابود ہو گئی۔ کارومنڈل ساحل پر رہنے والے مسیحی بھی تتر بتر ہو گئے۔ اگرچہ سریانی مسیحی جماعت زندہ رہی لیکن اس نے اپنے دائرہ کو بالکل وسیع نہ کیا۔

اہل پرتگال کی آمد پر ہند کے لوگ گروہ در گروہ مسیحی ہونے لگے اور یہ سلسلہ انگریزی حکومت کے زمانہ میں بھی جاری رہا۔ اس کے بعد ہندوستانی مسیحیوں نے روحانی منزل میں ترقی کی بجائے سیاسی میدان میں کارہائے نمایاں دکھائے مسیحی مشنریوں کے پیچھے نہیں آئی بلکہ مشنری ہند کو فتح کرنے والوں

کے پیچھے پیچھے چلے آئے۔ مسیحی مذہب کی وسعت نوآبادیاں بننے پر ہوئی۔ نومرید یہ نہیں کہ گناہ کی قید سے خلاصی چاہتے تھے بلکہ جس خلاصی کے وہ خواہاں تھے وہ ہندو دھرم کے تمدنی جبر سے غلامی تھی۔ چنانچہ جن کو ہندو سوسائٹی نے تمدنی طور پر دبایا ہوا تھا۔ انہوں نے مسیحیت کو پناہگاہ۔ بچاؤ اور دارالامان پایا۔ مسیحیت کی برکات کی ان تبدیلیوں کو سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے۔ ابتدائی مسیحی ہر سُو راندہ جماعت بن کر رہ گئے کیونکہ گردو نواح کے غیر مسیحیوں نے اور نہ ہی سرکار نے ان کی اس قسم کی مدد کی۔ مسیحیت کے ساتھ ہندوستان میں تو یہ الٹا سلوک ہوا۔ مسیحیت نے یہاں فتحمندوں کا حلیہ اختیار کیا چنانچہ جب تک پرتگیزی حکمران رہے مسیحیت رومن کیتھولک بنی رہی۔ جب ولندیزی حاکم بنے تو اس کی صورت پروٹسٹنٹ کی ہو گئی اور انگریزوں کے عنانِ حکومت سنبھالنے پر فوراً انگلیکن بن گئی۔ جب انگریزوں کے پاؤں مضبوطی سے جم گئے تب کئی دوسرے فرقے آئے اور انہوں نے بھی اپنا اپنا خیمہ نصب کر لیا۔ فاتحین کا ایک خاص مذہب سے متعلق ہونا۔ اور نومریدوں کا اسی مذہب کو قبول کرنا ایسی اہم تصویر ہے جو ہر صاحبِ بصیرت کو نمایاں نظر آتی ہے۔

لیکن ابتدائی اور خاص کر ٹرنکوبار کے مسیحی مبلغوں کے سامنے اس قسم کا کوئی دھوکا نہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے نومریدوں کی حیثیت کیا ہے اور وہ کوئی بڑی حیثیت نہ ہوتی تھی۔ ان ابتدائی مشنریوں کی امیدیں ان لوگوں کی آنے والی نسلوں سے وابستہ تھیں جن کو مسیحی جماعت میں مسیحی تعلیم ملتی تھی۔ پیدائشی مسیحی اگرچہ مسیحی جماعت میں پیدا ہوتا اور کلیسیا کے اندر تربیت پاتا ہے تو بھی وہ برائے نام مسیحی ہوتا ہے کیونکہ اس کی تبدیلیِ زندگی کے دوران میں کسی وقت وقوع میں آتی ہے نہ ہی گروہ در گروہ مسیحی جماعت میں آکر شامل ہونے والے مسیحی جنہوں نے ہندو سوسائٹی کی سختی سے تربیت پائی۔ اور نہ ہی اس کے بعد کی نسلیں جن کو مسیحی تربیت مل رہی تھی برائے نام مسیحی ہونے کے سوا کچھ اور تھے۔ تو بھی انہیں جس قدر مسیحی تعلیم پانے کا موقع ملا اسی قدر ان کی تمدنی اور مالی حیثیت بڑھ گئی

اس سرزمین میں روحانی زندگی کی جڑیں کبھی گہری نہیں ہوئیں باقی دوسری جماعتوں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کی مثل بھی مسیحیت ورثہ ہی سے حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے مسیحی مذہب میں بھی وہی تمام نقائص ہیں جو ادھار لئے۔ نقل کئے اور اس زمین میں جڑ نہ پکڑنے والے ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔

اس صورت حال کے نتائج

جب کوئی تاریخی طاقت مسیحی جماعت کی ابتدا اور اس کی اشاعت کا موجب ہوئی اس نے اسے خاص صورت پر ڈھالا۔

۱۔ ہندوستانی مسیحی اپنے وطن کی موجودہ دوسری جماعتوں اور کلچر سے الگ اور بیگانہ ہو گئے ہیں۔

۲۔ وہ بہت بڑی حد تک غیر ملکی مدد۔ تنظیم اور سرمایہ پر تکیہ کرتے ہیں

۳۔ انہیں دوسری سرزمین چمچ سے خوراک کھلاتی ہیں۔ ہند میں مسیحیت دو سو سال کا بچہ ہے جو اب تک اپنی نرس کی ساڑھی کا کنارہ مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے۔

۴۔ ہندی مسیحی غریب ہیں ان کے پاس سوائے چند سرکاری نوکریوں کے نہ روپیہ ہے نہ مال۔ جتنوں نے کسی نہ کسی خاص فن یا پیشہ کی تربیت پائی ہے وہ سب مشن کے ملازم ہیں۔ ان میں سے کوئی لاکھ پتی نہیں اور ان کے امیروں کا شمار صرف ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنا جاتا ہے۔ ان کے تاجر ادنےٰ پایہ کے ہیں۔ ان کی تمام دیہاتی آبادی اگرچہ کھیتی باڑی کرتی ہے مگر کسی کی بھی اپنی زمین نہیں۔ ان کی آمدنی اس قدر قلیل ہے کہ بمشکل گذر ہوتی ہے۔ وہ پطرس کے ساتھ ہو کر یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ "سونا اور چاندی تو میرے پاس نہیں" لیکن انہیں یہ کہنے کی معجزانہ قدرت نہیں کہ "یسوع کے نام سے اُٹھ اور چل پھر"۔ (اعمال ۳/۶) وہ ایسی ریاستوں میں گھرے ہوئے ہیں جن کو خیراتی ریاستیں کہنا واجب ہوگا یعنی دنیا کے وہ مذاہب جو کبھی پھیل کر ساری دنیا پر چھا گئے تھے اب بھی ان میں دوبارہ حرکت میں آنے اور زبردست فتح بخش علم و فضل سے اُٹھ کھڑا ہونے کی صلاحیت ہے۔ اور وہ سب مسیحی جماعت سے کہتے ہیں۔ "کہاں ہے تمہارا خدا؟" (المائدہ۔ ۴ ستمبر ۱۹۵۶ء)

درخواست دعا

مذہبی رسالہ کے ایڈیٹر اور قارئین میں ایک روحانی رابطہ ہوتا ہے احمدی حضرات تو اخوت و ہمدردی کی سلک میں منسلک ہیں ان تمام درد مند بھائیوں سے عرض ہے کہ اوائل ستمبر میں کراچی میں خاکسار کو ایک دوست کے پرائیویٹ ٹانگہ کے الٹنے سے جو حادثہ پیش آیا تھا - اس میں دیگر زخموں کے علاوہ میری دو پسلیاں بھی شکستہ ہو گئی تھیں - الحمدللہ کہ اب باقی زخم مندمل ہیں لیکن ابھی تک تکلیف اور کمزوری باقی ہے اور میں ابھی اچھی طرح چلنے پھرنے اور کام کرنے کے قابل نہیں ہوں ایک لحاظ سے صاحب فراش ہوں - احباب سے درخواست ہے کہ صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں - جزاکم اللہ احسن الجزاء

آپ کا کمزور بھائی
ابو العطاء جالندھری

اسلام پر ایک نظر

تبصرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالماجد صاحب ایڈیٹر "صدق جدید" لکھتے ہیں

"اسلام پر ایک نظر" مترجم شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائل پور ۵۲ صفحات قیمت دس آنے پتہ مکتبہ الفرقان ربوہ (پاکستان)

نیپلز یونیورسٹی (اطالیہ) میں عربی کی استاد ایک خاتون ڈاکٹر وگلیری ہے جس نے اسلام پر ایک ہمدردانہ نقطہ نظر سے عرصہ ہوا لکھی تھی - انگریزی میں اس کا ترجمہ "این انٹر پری ٹیشن آف اسلام" (اسلام کی ایک تعبیر) کے نام سے عرصہ ہوا تھا یہ اس کا اردو ترجمہ ہے - پیش لفظ انگریزی ایڈیشن میں چوہدری سرظفراللہ خان کے قلم سے ہے - اصل کتاب سات بابوں میں تقسیم ہے- اسلامی تعلیم کی سادگی، اسلامی نظام اخلاق اور سائینس وغیرہ -

مصنفہ نے اسلام کا مطالعہ خاص گہری نظر اور ہمدردی سے کیا ہے جتنی ہمدردی کی توقع کسی غیر مسلم سے رکھی جا سکتی ہے اور جو اردو خواں یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یورپ میں مذہب کے جانچنے کے کیا کیا معیار ہیں ان کے لئے اسکا مطالعہ ضرور مفید ہو گا"

(صدق جدید ۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

مکتبہ الفرقان کی بعض ضروری کتابیں

(الف) بہائی ازم کی حقیقت جاننے کے لئے مندرجہ ذیل دو رسالے مطالعہ فرمائیں!

(۱) بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ

(۲) بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے

ان چار صد صفحات کی کتابوں میں بہائی تحریک کی تاریخ ، ان کے عقائد ، ان کی مخفی شریعت اور اس کا اسلامی شریعت سے موازنہ درج ہے غرض ان کتابوں کے مطالعہ سے بہائیت کے بارے میں پوری واقفیت حاصل ہو سکتی ہے - دونوں کتابوں کی قیمت چار روپے ہے

(ب) فتوحات الٰہیہ :- یہ ایک علمی رسالہ ہے جس میں آریوں اور عیسائیوں کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ سورہ فاتحہ وید یا بائبل کا حصہ ہے

قیمت صرف ایک روپیہ

مینیجر الفرقان ربوہ